ابنِ صفی

جلد نمبر
15

جاسوسی دنیا

45- خونی بگولے
46- لاشوں کا سوداگر
47- ہولناک ویرانے
48- لیونارڈ کی واپسی

جاسوسی دنیا نمبر 47

ہولناک ویرانے

(مکمل ناول)

طویلے کی بلا

حمید کو اچھی طرح معلوم تھا کہ آج کل اس کے ستارے گردش میں ہیں لیکن شامت کبھی آواز دے کر نہیں آتی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ابھی اس پر کیا مصیبت آنے والی ہے ورنہ وہ کار گلی میں کھڑی کر کے مارٹن اینڈ مارٹن کی نئی سیلز گرل سے عشق نہ لڑاتا۔ لڑکی ملبوسات کی اس دکان میں بالکل نئی نئی آئی تھی اور حمید نے جس دن سے اسے دیکھا تھا بلاناغہ کچھ نہ کچھ خریدنے کے بہانے یہاں آنے لگا تھا۔ کبھی رومال، کبھی ٹائیاں اور کبھی جرابیں۔ جس دن کچھ خریدنے کو جی نہ چاہتا کسی ایسی چیز کی فرمائش کرتا جو دوکان میں موجود ہی نہ ہوتی۔ ایسے مواقع پر اسے لڑکی سے زیادہ سے زیادہ گفتگو کرنے کی سعادت نصیب ہو جایا کرتی تھی.... بہر حال وہ روزانہ کم از کم ایک بار اس دوکان میں ضرور آتا تھا۔

آج بھی وہ اسے تقریباً پندرہ یا بیس منٹ تک گفتگو میں الجھائے رہا تھا اور آج تو اس نے اُسے ایک فلم کی دعوت بھی دے ڈالی تھی۔ لیکن لڑکی جو شائد بہت زیادہ محتاط واقع ہوئی تھی کام کی زیادتی کا بہانہ کر کے ٹال گئی۔ بہر حال حمید مایوس ہو کر یہ سوچتا ہوا پلٹ آیا کہ ایک نہ ایک دن وہ ضرور پسیجے گی۔ لہٰذا اسے پسیجنے کی مہلت دے کر اب کہیں اور قسمت آزمائی کرنی چاہئے۔

جب کوئی کام نہ ہو تو ہر آدمی اپنی مخصوص ترین تفریحات کی طرف دوڑتا ہے۔ آج کل یہی کیفیت حمید کی بھی تھی۔ مقصد خواہ ٹائیں ٹائیں فش ہی کیوں نہ ہو۔ عورت اس کی محبوب ترین تفریح تھی اور اس تفریح کی معراج یہ تھی کہ وہ یا تو خود بیوقوف بن جاتا تھا یا بنا دیتا تھا۔ بیوقوف بننا یا بنانا بجائے خود کوئی ایسی بُری بات نہیں لیکن بعض اوقات یہ رجحان نتائج کے اعتبار سے خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔

حمید کو بارہا اس کا تجربہ بھی ہو چکا تھا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا تھا۔ اس وقت مارٹن اینڈ مارٹن کی سیلز گرل کی طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد وہ سیدھا اس گلی میں آیا جہاں اُس نے اپنی کار چھوڑی تھی۔

الیکٹرک پول دور ہونے کی وجہ سے یہاں خاصا اندھیرا تھا لیکن اُسے سوئی تو ڈھونڈنی نہیں تھی کہ روشنی کی پرواہ کرتا۔ کار پر بیٹھ کر مشین اسٹارٹ کی اور گلی سے سڑک پر آگیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت آرلکچو کی طرف جانا چاہئے جہاں آج کچھ اسپیشل پروگرام بھی تھے اور اُسے توقع تھی کہ وہاں اس کی کوئی نہ کوئی پرانی شناسا ضرور مل جائے گی۔

کار سڑکوں پر فراٹے بھرتی رہی۔ حمید کا موڈ پھر ٹھیک ہو گیا۔ وہ ہولے ہولے گنگنانے لگا لیکن اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اسکے حلق سے بیک وقت دو قسم کی آوازیں نکل رہی ہوں۔

وہ خاموش ہو گیا لیکن دوسری آواز بدستور جاری رہی اور پھر کافی دیر بعد یہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ وہ کسی شیر خوار بچے کے رونے کی آواز تھی۔

وہ بوکھلا کر دوسری سیٹ کی طرف مڑا۔ اندر اندھیرا تھا۔ لیکن حمید بہرا نہیں تھا۔ آواز پچھلی سیٹ کے علاوہ کہیں سے نہیں آرہی تھی۔ اس نے اندر کی لائٹ جلادی....اور پھر اگر وہ دوسرے ہی لمحے میں کار کی رفتار کم کر کے اسے سڑک کے کنارے نہ لگا دیتا تو ایک آدھ ایکسیڈنٹ لازمی تھا۔ حقیقتاً اُس کے ہاتھ پیر بُری طرح کانپ رہے تھے۔ پچھلی سیٹ پر ایک نوزائیدہ بچہ کپڑوں میں لپٹا ہوا پڑا حلق پھاڑ رہا تھا۔

حمید کار سے اُتر آیا۔ سڑک کافی چلتی ہوئی تھی۔ راہگیروں نے کار سے بلند ہونے والی آوازیں سنیں اور ایک اچھے خاصے آدمی کو اس پر سے اترتے دیکھا جو بہت زیادہ بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔ ایسی صورت میں اگر کچھ راہگیر چلتے چلتے رک گئے تھے تو یہ حیرت کی بات نہیں تھی۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولے حیرت سے منہ پھاڑے ہوئے بچے کو گھور رہا تھا۔ اُسے اپنے گرد اکٹھا ہوتی بھیڑ کا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا۔ اچانک کسی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حمید چونک کر مڑا۔

ایک ادھیڑ عمر کا شریف صورت آدمی براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

اب حمید کو اپنی پوزیشن کا احساس ہوا اور اس نے ذہنی انتشار کے ان لمحات میں جو فیصلہ کیا

اس کی خامیوں کا احساس اسے بھی تھا۔ لیکن وہ اتنی جلدی میں اور کوئی فیصلہ کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ دنیا کا ہر آدمی کرنل فریدی کی طرح فولادی اعصاب نہیں رکھتا۔

"کیوں جناب کیا بات ہے۔" اُس آدمی نے پوچھا۔

"میری بدنصیبی۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"بچے کی ماں کہاں ہے اور آپ نے اس غریب کو اس طرح پچھلی سیٹ پر کیوں ڈال رکھا ہے۔"

"افسوس کہ گود میں لے کر کار ڈرائیور کرنا شائد ماؤں کے بس کا بھی روگ نہیں۔"

بھیڑ سے ایک لڑکی کھڑکی میں جھک کر بچے کو دیکھنے لگی اور پھر حمید نے دردناک آواز میں کہنا شروع کیا "بچے کی ماں ہسپتال میں تھی۔ وہیں یہ بچہ پیدا ہوا۔ ماں مر گئی اور بچے کو مجھے لانا پڑا۔ بڑے بے درد ہوتے ہیں یہ ہسپتال والے بھی۔"

"کیا یہ آپ کا بچہ ہے۔" لڑکی نے مڑ کر حمید سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" حمید کی آواز اور زیادہ دردناک ہو گئی۔ "اب میں اسے گھر لے جا رہا ہوں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح لے جاؤں۔"

"اچھا آپ فکر نہ کیجئے۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔ بیچارہ کیسا رو رہا ہے۔"

"میں زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔" حمید گڑگڑا کر بولا۔

یہ لڑکی کافی دلکش، اسمارٹ اور الٹرا موڈرن قسم کی تھی۔ عمر بیس سے زیادہ نہ رہی ہو گی۔ سفید ساڑھی اور سفید بلاؤز میں ملبوس تھی۔

اس نے بڑے اطمینان سے کار کا دروازہ کھولا اور بچے کو گود میں لے کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔

حمید نے کار اسٹارٹ کر دی۔ لیکن اس وقت اس کی عقل کھوپڑی کے گرد ناچ رہی تھی۔ اس نے بوکھلاہٹ میں ایک زبردست حماقت کی تھی۔ اُسے اس قسم کے جھوٹ سے بچنا چاہئے تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی گھر تک ضرور ساتھ جائے گی۔ نہ صرف ساتھ جائے گی بلکہ اخلاقاً کچھ دیر ٹھہر کر بچوں کی پرورش و پرداخت کے سلسلے میں ایک چھوٹا سا لیکچر بھی دے گی اور پھر اگر فریدی اس وقت گھر ہی پر موجود ہوا تب تو اس کی شامت ہی آ جائے گی اور وہ اس سلسلے میں ضرور جواب طلب کرے گا کہ اس نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا۔

دراصل اس نے یہ جھوٹ اس لئے گھڑا تھا کہ کم از کم وقتی ہی طور پر عام آدمیوں کی پوچھ

کچھ سے بچ جائے۔ اگر وہ حقیقت کہہ دیتا تو کم از کم آدھے گھنٹے تک اسے جھک مارنی پڑتی۔

بہر حال وہ ایک بہت بڑی دلدل میں پھنس گیا تھا اوز اب سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں سیٹیاں سی بجنے لگی تھیں.... بچہ برابر روئے جا رہا تھا۔

"یا خدا رحم کر اس کے حال پر۔" لڑکی نے دردناک آواز میں کہا اور حمید نے جواباً ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس ٹھنڈی سانس کی آواز لڑکی کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش میں اسے کھانسیوں سے دوچار ہونا پڑا۔

"آپ کس طرح رکھیں گے اسے۔" لڑکی نے حمید سے پوچھا۔

"کیا بتاؤں محترمہ! میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔"

"میرے خیال سے ایک پرائیویٹ نرس انگیج کر لیجئے۔"

"اوہ.... بہت معقول رائے ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ میں یہی کروں گا۔"

"عورتیں تو ہوں گی ہی آپ کے یہاں۔"

"اوہ.... یہی تو سب سے بڑی بدنصیبی ہے۔ گھر پر بڑے بھائی کے علاوہ اور کوئی نہیں اور وہ اتنے کریک ہیں کہ خدا کی پناہ.... بچے کو دیکھتے ہی کہیں گے کہ اگر ماں مر گئی ہے تو اس گدھے کو زندہ رکھنا فضول ہی ہو گا۔"

"یہ لڑکی ہے یا لڑکا۔"

حمید اس سوال پر بوکھلا گیا۔ اس کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ وہ لڑکی ہے یا لڑکا.... اس نے دل ہی دل میں خود کو گالیاں دیں اور کراہ کر بولا آپ کو یقین نہ آئے گا لیکن میرا دماغ اتنا بے قابو ہو گیا ہے کہ شائد آپ کے اس سوال کا جواب نہ دے سکوں۔ اس کی ماں کی موت نے میرے ذہن پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے۔ نہ میں نے ابھی اسے اچھی طرح دیکھا ہے اور نہ یہی یاد ہے کہ ڈاکٹر نے کیا کہا تھا۔ آپکو تکلیف تو ہو گی.... ذرا مجھے بھی بتائیے کہ یہ لڑکی ہے یا لڑکا۔"

لڑکی چند لمحے خاموشی کے بعد بولی۔ "لڑکا ہے۔"

"آہ.... اے.... بدنصیب لڑکے۔" حمید گلوگیر آواز میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"پریشان ہونا فضول ہے۔" لڑکی نے اُسے دلاسا دیا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔ خدا جو کچھ کرتا ہے ٹھیک ہی کرتا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی الجھن آہستہ آہستہ بڑھتی ہی جا رہی تھی اور وہ ذہنی طور پر اس قابل نہیں رہ گیا تھا کہ لڑکی کی سریلی آواز سے لطف اندوز ہو سکتا۔

لڑکی پھر چمکارنے لگی۔ لیکن شائد وہ خود بھی اس معاملے میں اناڑی تھی بچہ کسی طرح بھی چپ نہ ہوا۔

"بھوکا ہے شائد۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"پھر بتایئے میں کیا کروں۔" حمید بے بسی سے بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ اتنے چھوٹے بچے کو کیا دیا جاتا ہے۔"

"آج ہی پیدا ہوا تھا۔" لڑکی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... بالکل آج ہی۔"

"تب تو شائد اسے گھٹی دی جائے گی۔"

"میں نہیں جانتا کہ یہ گھٹی کیا چیز ہے۔"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔ پتہ نہیں کیا کیا ملا ہوتا ہے اس میں.... اوہ دیکھئے! کیوں نہ ہم کسی ڈاکٹر کے پاس چلیں۔"

حمید نے سوچا اگر پہلے شامت نہیں آئی تھی تو اب آجائے گی۔ اس جھوٹ کو نبھانے کا بہترین طریقہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح جلد از جلد گھر پہنچ جاتا۔

"نہیں.... میرا خیال ہے کہ راستے میں جتنی دیر لگے گی پریشانیوں میں اضافہ ہی ہوگا۔ ہمیں جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہئے وہاں کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور ہو جائے گی۔"

"جیسی آپ کی مرضی.... ویسے مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بیمار نہ پڑ جائے۔"

"اب جو کچھ بھی مقدر میں ہوگا بھگتنا ہی پڑے گا۔" حمید نے دردناک آواز میں کہا۔

وہ فی الحال اس لڑکی سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح پیچھا چھڑائے۔ لڑکے کی تو خیر کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اُسے ہر حال میں پولیس کی حفاظت میں جانا تھا۔

لڑکی اچھی خاصی تھی اور حمید انتشار کے ان لمحات میں بھی یہ سوچنے سے باز نہیں آیا تھا کہ اس کے تعلقات بڑھانے کے امکانات کی بنیاد پڑ گئی ہے لیکن یہ اُسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ وہ

اُس کے سامنے جھوٹا نہ بنتا۔

کار فراٹے بھرتی رہی۔ بچہ روتا رہا اور لڑکی "ہوں ہوں" کر کے اُسے ہلاتی رہی۔

خدا خدا کر کے کار فریدی کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور پھاٹک ہی پر حمید کی روح فنا ہو جانے کا ارادہ کرنے لگی.... کیونکہ فریدی برآمدے ہی میں بیٹھا شائد کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔

حمید اس بات کا فیصلہ نہ کر سکا کہ کار کو گیراج کی طرف لے جائے یا پورچ کی طرف۔ لیکن کار کا رخ پورچ ہی کی طرف تھا اور اس میں حمید کی قوت فیصلہ کو دخل نہیں تھا۔

کار جیسے ہی پورچ میں داخل ہوئی فریدی بے ساختہ چونک پڑا۔ چونکنے کی وجہ کار نہیں بلکہ حلق پھاڑتے ہوئے بچے کی آواز تھی۔

حمید بوکھلایا ہوا کار سے اترا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

لڑکی بچے کو گود میں سمیٹے ہوئے نیچے اُتر آئی۔

"لایئے.... مجھے دیجئے۔" حمید نے بوکھلاہٹ میں بچے کو اس کی گود سے جھپٹتے ہوئے کہا۔ اب اس کی کھوپڑی بالکل ہی آؤٹ ہو گئی تھی۔

"آیئے.... آیئے۔" وہ لڑکی سے کہتا ہوا فریدی کی طرف جھپٹا۔ بچے کو اُس کی گود میں ڈال کر پھر لڑکی کی طرف مڑا۔

"میں آپ کا احسان مند ہوں.... بہت احسان مند ہوں۔ چلئے میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں.... یہ تو میرا فرض تھا۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔

بچہ فریدی کی گود میں پڑا مچل رہا تھا اور وہ حیرت سے منہ کھولے احمقوں کی طرح ان دونوں کو گھور رہا تھا۔

"ڈرائیور.... ڈرائیور....!" حمید آگے بڑھ کر حلق پھاڑنے لگا۔ ڈرائیور شائد کہیں قریب ہی تھا لہٰذا اسے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔

"اے دیکھو....!" حمید نے کہا۔ "مس صاحب کو گھر چھوڑ آؤ۔"

"ارے جناب! پہلے اس بیچارے کی خبر لیجئے۔" لڑکی نے کہا۔

حمید چونک پڑا۔ اس سے اب تک جتنی بھی حرکتیں سرزد ہوئی تھیں ان میں ارادے کو دخل نہیں تھا۔ اُسے اس بات کا احساس ہی نہیں رہ گیا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے.... لہٰذا اب

اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ بوکھلا کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ بچہ اب بھی اس کی گود میں تھا اور وہ پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت بیٹھا انہیں گھور رہا تھا۔

''م.... میرے.... بب بڑے بھائی صاحب۔'' حمید فریدی کی طرف اشارہ کر کے ہکلایا۔

فریدی کی حالت میں اب بھی کوئی تغیر نہ ہوا۔

ڈرائیور الگ آنکھیں پھاڑے ایک ایک کو گھور رہا تھا۔

ان لوگوں کے اس رویے پر لڑکی بھی بوکھلا گئی۔

''میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔'' حمید نے پھر اُس سے کہا۔

''جناب بچے کی خبر لیجئے۔''

''اوہ.... جی ہاں۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''ڈرائیور آپ کو گھر پہنچا دو۔''

پھر وہ بچے کو فریدی کی گود سے اٹھا کر تیر کی طرح اندر چلا گیا۔

فریدی کھڑا ہو کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔

لڑکی اب بھی وہیں کھڑی تھی۔

''واقعی اس واقعے نے ان کے ذہن پر بُرا اثر ڈالا۔'' لڑکی نے فریدی سے کہا۔

''جی ہاں....!'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''تشریف رکھئے۔''

''جی نہیں اب جاؤں گی۔ کیا سچ مچ گھر میں کوئی عورت نہیں۔''

''جی نہیں۔'' فریدی نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔

''اچھا دیکھئے.... یہ میرا پتہ ہے۔'' وہ وینٹی بیگ سے اپنا کارڈ نکال کر فریدی کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ''اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے فون کیجئے گا۔ میں کئی اچھی نرسوں کو جانتی ہوں۔''

''شکریہ۔'' فریدی کارڈ لیتا ہوا بولا۔ ''اگر کوئی ضرورت پیش آئی تو میں ضرور تکلیف دوں گا۔''

ڈرائیور کار کا پچھلا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ لڑکی کار میں بیٹھ گئی۔

فریدی اس وقت تک برآمدے ہی میں کھڑا رہا جب تک کار پھاٹک سے نہیں گذر گئی۔

پھر وہ سیدھا حمید کے کمرے میں آیا۔ حمید کمرے میں کھڑا پاگلوں کی طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا اور بچہ.... وہ بستر پر پڑا تھا اور اس کی زبان تالو سے نہیں لگ رہی تھی۔

''دیکھئے! پہلے میری بات سن لیجئے۔'' حمید چار ہزار الفاظ فی منٹ کی رفتار سے بولنے لگا۔

"ایسے موقع پر آدمی بوکھلا جاتا ہے۔ پاگل ہو جاتا ہے سڑی ہو جاتا ہے۔ پہلے پوری بات سن لیجئے۔ کبھی کبھی بدحواسی میں اس قسم کی غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ دیکھئے پہلے پوری بات سن لیجئے۔ غلطی آدمی ہی سے ہوتی ہے۔ میری جگہ اگر آپ ہوتے۔ نہیں پہلے پوری بات سن لیجئے۔"

"خاموش رہو۔" فریدی نے جھلا کر کہا۔

حمید خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کے ہونٹ اب بھی ہل رہے تھے۔

"یہ بچہ کہاں تھا۔"

"میری کار کی پچھلی سیٹ میں تھا۔ آپ پوری بات بھی تو سنئے۔"

"پوری بات کے بجائے اب تک تم نے چوتھائی بات بھی نہیں بتائی۔"

"یہ بچہ!" حمید بچے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "حیرت انگیز طور پر میری کار میں پایا گیا۔"

"کیا مطلب۔"

"جی ہاں....!"

"کیا جی ہاں! تم ہوش میں ہو یا نہیں۔"

"میں ہوش میں ہوں۔ اچھا شروع سے سنئے میں کار راجر اسٹریٹ کی ایک گلی میں کھڑی کر کے ایک دوکان میں چلا گیا۔ واپسی پر میں نے کار گلی سے نکالی اور چل پڑا۔ وہاں مجھے کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ کافی دور چلنے کے بعد اچانک اس سور نے رونا شروع کر دیا۔"

"لیکن تم اسے یہاں کیوں لائے ہو۔ سیدھے کوتوالی نہیں لے جا سکتے تھے۔"

"اُف.... اس ٹریجڈی کا حال سن کر آپ مجھے مارنے دوڑیں گے۔"

بچہ اب بھی روئے جا رہا تھا۔

"بکو جلدی سے۔" فریدی اس کی گردن دبوچ کر جھٹکے دیتا ہوا بولا۔

اور پھر حمید کو پوری داستان دہرا دینی پڑی۔

"میرا خیال ہے" فریدی اس کے خاموش ہوتے ہی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تم سے زیادہ ذہین تو وہ لوگ ہوں گے جو عدالتوں میں عرائض نویسی کرتے ہیں۔"

"اب جو دل چاہے کہئے، حماقت تو ہو ہی گئی۔" حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی فون پر کوتوالی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

دوسری طرف حمید بچے پر جھکا ہوا بکواس کر رہا تھا۔ ''ارے چپ ہو جا.... میرے باپ کے دادا.... شاباش.... شوشو۔'' وہ سیٹی اور چٹکی بجانے لگا۔ ''آدمی کا بچہ بڑا سور ہوتا ہے۔ بکرا سدھایا جاسکتا ہے حتیٰ کہ چوہے بھی ٹرینڈ کئے جاسکتے ہیں مگر آدمی کا بچہ اس سے بڑا سور شائد روئے زمین پر نہ ملے۔''

یاقوت کی انگشتری

تقریباً دو گھنٹے گذر جانے کے بعد فریدی ان کپڑوں کو الٹ پلٹ رہا تھا جن میں بچہ لپٹا ہوا ملا تھا۔ بچہ پولیس کے حوالے کر دیا گیا اور پولیس نے اسے شہر کے سب سے بڑے میٹر نٹی سینٹر میں پہنچا دیا تھا۔

''کون سی کار لے گئے تھے۔'' فریدی نے حمید سے پوچھا۔

''آسٹن....!''

''اگر تم نے پہلے ہی بتا دیا ہوتا۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''خیر.... آؤ.... میں اسے بھی دیکھوں گا لیکن میرا خیال ہے کہ یہ حرکت دیدہ دانستہ نہیں کی گئی۔''

''دیدہ دانستہ سے کیا مراد ہے۔''

''یعنی یہ سمجھ کر بچہ کار میں نہیں ڈالا گیا کہ وہ تمہاری کار ہے۔''

''اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' حمید نے کہا۔

''نہیں بعض حالات میں ہو سکتا ہے۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''کیا اس سے پہلے بعض مجرموں نے اصل واقعے سے ہماری توجہ ہٹانے کے لئے اس قسم کی دوسری حرکتیں نہیں کیں۔''

''اوہ.... ہاں.... ممکن ہے۔''

''لیکن مجھے تمہاری بوکھلاہٹ پر افسوس ہے۔''

''میری جگہ اگر آپ ہوتے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ میں تمہاری جگہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ یہ ایک الگ بات ہے لیکن اگر تم میری جگہ ہوتے تو کبھی کی تمہاری ہڈیاں سڑ گل گئی ہوتیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر گیراج میں آئے۔ کار واپس آگئی تھی اور ڈرائیور

اسے گیراج میں چھوڑ کر غالباً سونے کے لئے جا چکا تھا۔

فریدی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر روشنی کر دی۔

وہ پچھلی نشست کے ایک ایک جوڑ کا جائزہ لے رہا تھا۔

"بہت مشکل ہے۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "تم نے زبردست حماقت کی.... نشانات کی تلاش فضول ہے قطعی فضول۔"

"میرا خیال ہے کہ اب اس معاملے میں سر مارنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔" حمید بولا۔

"ضرورت ہے میں تنگ آ گیا ہوں۔ میرا خون بہت دنوں سے کھول رہا ہے۔ آئے دن شہر میں اس قسم کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ آدمی کے بچے کی اتنی بھی وقعت نہیں رہ گئی جتنی کتے کے پلے کی ہوتی ہے۔ کیا تمہیں یاد نہیں پچھلے ماہ ایک نالے میں ایک نوزائیدہ بچے کی لاش کتے گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ پچھلے چھ ماہ میں جتنے بھی اس قسم کے کیس ہوئے ہیں اُن میں سے کسی ایک کا بھی پتہ نہیں لگایا جا سکا۔ اور پھر یہ سب پولیس کے بس کا روگ نہیں۔"

"میں....!" فریدی کار کا دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔ "میں دیکھوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

وہ پھر برآمدے کی طرف واپس ہو رہے تھے۔ اچانک فریدی پورچ ہی میں رک گیا۔ اُس کی آنکھیں زینے کے نیچے پڑی ہوئی کسی چمکدار چیز پر تھیں۔ ننھی سی سرخ روشنی۔ چنگاری سی دہک رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے جھک کر اسے اٹھا لیا۔

یہ ایک انگشتری تھی جس میں یاقوت کا ایک بڑا سا نگینہ جگمگا رہا تھا۔

"کیا یہ تمہاری ہے۔" فریدی نے حمید سے پوچھا۔

"نہیں....!" حمید اُسے فریدی سے لے کر دیکھتا ہوا بولا۔ "اوہ.... کہیں یہ اُس لڑکی کی نہ ہو۔"

"نہیں اس کی بھی نہیں ہو سکتی۔"

"کیوں....؟"

"عقل استعمال کرو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "اگر یہ اس لڑکی کی ہے تو وہ اسے پیر کے انگوٹھے میں پہنتی ہو گی۔ اس کی نرم و نازک انگلیاں تو میں دیکھ ہی چکا ہوں۔"

واقعی یہ حقیقت تھی کہ انگشتری کا قطر کافی بڑا تھا.... اتنا بڑا کہ کم از کم وہ کسی عورت کی انگشتری تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔

"یہ ہمارے کسی ملازم کی بھی نہیں ہو سکتی۔" فریدی بڑبڑایا۔ "بے داغ یاقوت کا اتنا بڑا نگینہ کوئی دولت مند ہی رکھ سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے کسی ملنے والے کی ہو۔" حمید نے کہا۔

"نہیں.... آج یہاں اس لڑکی کے علاوہ اور کوئی نہیں آیا۔"

"واہ... ابھی جگدیش آیا تھا.... اس کے ساتھ ایک سب انسپکٹر بھی تھا۔ چار کانسٹیبل تھے۔ زنانہ پولیس فورس کی ایک کارپورل بھی تھی۔"

"ان میں سے کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ کسی کی بھی انگلیاں اتنی موٹی نہیں ہیں۔"

"تب پھر دادا مرحوم کی روح آئی ہو گی۔" حمید بیزاری سے بولا۔ "مرحوم کو انگشتریوں کا جنون تھا جو انگلیوں میں نہیں آتی تھیں انہیں گلے میں لٹکائے رکھتے تھے۔"

فریدی خاموش رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے حمید کی بکواس سنی ہی نہ ہو۔

"آؤ....!" وہ حمید کا ہاتھ پکڑ کر گیراج کی طرف کھینچتا ہوا بولا۔

"کہاں....!"

"وہیں جہاں تم نے کار کھڑی کی تھی۔"

"دیکھئے.... میں پھر کہتا ہوں کہ اس جھنجھٹ میں نہ پڑیئے۔"

"معاملہ اگر کسی غریب گھرانے کا ہوتا تو شائد میں باز بھی آجاتا۔" فریدی نے کہا۔

"ہائیں.... گھرانے کا بھی پتہ لگا لیا آپ نے....!"

"قطعی.... جس قسم کے کپڑوں میں وہ بچہ لپٹا ہوا ہے وہ تو اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کسی غریب گھرانے میں ایسے کپڑے کہاں۔ نہایت عمدہ قسم کی تین عدد مردانی قمیضیں ہیں۔ بالکل بیداغ۔ غریب گھرانے کے لوگ اس طرح کپڑے نہیں ضائع کیا کرتے.... کیا سمجھے۔"

"ٹھیک کہتے ہیں آپ۔ واقعی یہ بات غور طلب ہے۔ لیکن اب اس وقت وہاں جانے سے کیا فائدہ ہو گا۔ جگدیش وغیرہ تو وہاں پہنچ ہی گئے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے کہا۔ "مجھے کسی روزنامچے کی خانہ پری تو کرنی نہیں ہے میرے اور جگدیش کے نظریئے میں فرق ہے۔ چلو بکواس مت کرو۔"

وہ اسے کھینچ کر گیراج میں لایا اور پھر وہ دونوں راجر اسٹریٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

"بعض اوقات آپ کی دوڑ دھوپ قطعی غیر ضروری ثابت ہوتی ہے۔" حمید نے راستے میں کہا۔

"غیر ضروری سے کیا مراد ہے۔"

"یہی کہ اب آپ وہاں کیا پائیں گے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جرم کرنے والے محکمہ پولیس سے اپنی چالاکیوں کی داد وصول کرنے کے لئے وہاں اب بھی موجود ہوں گے۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ بچہ وہاں کسی دوسری بستی سے لایا گیا ہوگا۔ اگر یہی خیال ہے تو فضول ہے۔ چور کا دل ہی کتنا۔ ایسے معاملات میں زیادہ دور کا سفر کوئی بھی نہیں اختیار کرتا اور پھر ایسی صورت میں جب کہ بچہ زندہ بھی ہو۔"

"میرے خدا۔" حمید پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "تو اب اس وقت گھر گھر کی کنڈی کھٹکھٹایئے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔" فریدی لاپروائی سے بولا اور سگار سلگانے لگا۔ کار حمید ڈرائیو کر رہا تھا۔ ابھی زیادہ رات نہیں گذری تھی مشکل سے دس بجے ہوں گے۔ شہر کی رونق میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر حمید نے کہا۔ "راجر اسٹریٹ کی اندرونی گلیاں تو ایسی نہیں جہاں دولت مند گھرانے آباد ہوں۔ تنگ و تاریک عمارتیں ہیں۔"

"ہاں.... آں....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پہلو بدلا.... پتہ نہیں یہ "ہاں" حمید کے جواب میں کہی گئی تھی یا وہ کچھ اور سوچ رہا تھا۔

وہ جلد ہی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ حمید نے کار ٹھیک اُسی جگہ کھڑی کی جہاں پہلے کھڑی کی تھی۔

دو کانسٹیبل وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ایک نئی اطلاع دی۔ لیکن اس اطلاع کی وضاحت نہیں کر سکے۔ ان کے بیان کے مطابق جگدیش وغیرہ کسی قریبی عمارت کے فلیٹ میں اس معاملے کی چھان بین کر رہے تھے۔

ایک کانسٹیبل نے ان کی رہنمائی کی اور وہ وہاں پہنچ گئے جہاں جگدیش نے درجنوں آدمیوں کو پوچھ گچھ کے لئے روک رکھا تھا۔

"اوہ.... یہ بہت اچھا ہوا۔" جگدیش فریدی کو دیکھ کر اٹھتا ہوا بولا۔ "میں ابھی آپ کو فون کرنے والا تھا۔"

"کوئی خاص بات۔" فریدی نے چاروں طرف ایک اچٹتی ہوئی سی نظر ڈال کر کہا۔

"جی ہاں.... میں بتاتا ہوں۔"

وہ اس وقت ایک عمارت کی دوسری منزل پر تھے۔ جگدیش، فریدی اور حمید کو ساتھ لے کر طویل راہداری میں ایک طرف چلنے لگا۔

آگے چل کر انہیں ایک فلیٹ کے دروازے پر ایک کانسٹیبل کھڑا نظر آیا۔

"کیا بتانا چاہتے ہو مجھے۔" فریدی چلتے چلتے رک کر بولا۔

"مین یہاں تحقیقات کرنے آیا تھا کہ اس فلیٹ کے ایک کرایہ دار نے ایک عجیب اطلاع دی۔ اس کے بیان کے مطابق پچھلے دو ماہ سے یہاں ایک پُر اسرار جوڑا آباد رہا ہے۔ عورت حاملہ تھی۔"

"پُر اسرار جوڑا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "پُر اسرار کیوں؟ کیا مرد بھی حاملہ یا حامل تھا۔"

"پوری بات سنا کیجئے.... حمید صاحب۔" جگدیش جھنجھلا گیا۔

اگر فریدی بھی اسے غصیلی نظروں سے نہ گھورنے لگتا تو حمید نے دوبارہ جگدیش کی ٹانگ لی ہوتی۔ فریدی نے سر کی جنبش سے بیان جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

"میں نے اسے پُر اسرار جوڑا کہہ کر غلطی نہیں کی۔" جگدیش بولا۔ "پڑوسیوں سے ان کے تعلقات بڑے اچھے تھے اور پڑوسی بھی ان کا کافی خیال رکھتے تھے۔ آج یہاں زچگی ہوئی تھی۔"

"زچگی.... لاحول ولا قوۃ۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر پیچھے کھسک گیا۔

"تم کہتے جاؤ۔" فریدی جگدیش سے بولا۔

"پڑوس کی ایک عورت نے اس سلسلے میں اُن کی بہت مدد کی۔"

"جگدیش وہ خاص بات بتاؤ جس کے لئے مجھے یہاں لائے ہو۔" آخر فریدی نے بھی جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جناب کہنے کا مطلب یہ ہے کہ زچگی کے بعد پڑوس کی ایک بوڑھی عورت زچہ کے پاس رُک گئی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ رات اسی کے ساتھ گذارے گی لیکن ابھی ایک گھنٹہ قبل اچانک اس بوڑھی عورت کے کسی عزیز کو اس سے ملنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے یہاں آکر دروازے پر دستک دی۔ لیکن جواب ندارد۔ اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے اندر کوئی موجود ہی نہ ہو۔ کافی دیر تک دستک دینے کے بعد بھی وہ کامیاب نہ ہو سکا.... پھر ایک عورت اندر آگئی۔ پڑوس کی بوڑھی عورت ایک جگہ فرش پر بیہوش پڑی تھی اور زچہ بچہ، شوہر وغیرہ مع سامان غائب تھے۔"

"شوہر....!" حمید حلق پھاڑ کر بولا۔

"میں فلیٹ کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں اور وہ بڑھیا کہاں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"جب وہ کسی طرح ہوش میں نہ آسکی تو اسے ہسپتال بھیج دیا گیا۔"

"خیر.... یہی فلیٹ ہے۔"

"جی ہاں....!"

"آؤ....!" فریدی نے کہا اور فلیٹ میں چلا گیا۔

پھر کافی دیر تک وہ وہاں سر مارتے رہے لیکن ایک مردانہ قمیض کے علاوہ اور کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔

"حمید....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "یہ چوتھی قمیض ہے۔"

"ہاں کم از کم ایک درجن تو ہونی ہی چاہئیں.... اور یہ حقیقت ہے یہ قمیض بھی انہیں تین قمیضوں کے سائز کی معلوم ہوتی ہے۔"

"آخر یہ قمیضیں اتنی بے دردی سے کیوں استعمال کی گئی ہیں۔"

"دیکھئے میں پھر آپ سے عرض کروں گا کہ یہ کیس جگدیش ہی وغیرہ کے لئے چھوڑ دیجئے آپ کے شایان شان نہیں۔"

"پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "مگر اب مجھے اپنا خیال بدل دینا پڑا ہے۔"

"اگر آپ کو اپنا خیال بدل دینا پڑا ہے تو پھر مجھے بھی اپنا خیال بدل دینا پڑے گا۔" حمید نے بڑی بے بسی سے کہا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک فریدی وہاں ٹھہر کر لوگوں سے پوچھ گچھ کرتا رہا۔ لیکن یہ کوئی بھی نہ بتا سکا کہ وہ عورت اور مرد کون تھے اور کہاں سے آئے تھے۔

حالات پیچیدہ ضرور تھے لیکن سنسنی خیز نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ اسی لئے حمید کی دلچسپی بھی اعتدال سے تجاوز نہیں کر سکی تھی۔ پیچیدگیوں کے باوجود بھی کیس بالکل سیدھا سادہ تھا اور بعد کے واقعات نے بچے کی حیثیت بھی واضح کر دی تھی۔

البتہ فریدی کا ذہن ان قمیضوں میں الجھا ہوا تھا۔

دوسری صبح حمید دیر میں اٹھا.... فریدی ناشتہ کر چکا تھا لیکن ابھی ناشتے کی میز سے اٹھا نہیں تھا۔

"ابھی وہ لڑکی آئی تھی۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

"لڑکی....!" حمید حیرت سے بولا۔ پچھلی رات کے واقعات کسی ادھورے خواب کی طرح

اس کی یادداشت کے دھندلکوں میں گردش کرنے لگے اور اس نے چہک کر کہا۔ "واقعی۔"

"میں نے اُسے حقیقت بتادی ہے۔"

"یہ بہت بُرا کیا آپ نے۔"

"حمید تم اپنے اس رجحان کی بناء پر کسی دن جہنم رسید ہو جاؤ گے۔ اسی واقعہ سے تمہیں عبرت پکڑنی چاہئے۔"

"میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں کہ میں حسن کو ایک آرٹسٹ کی نظر سے دیکھتا ہوں اور بس ...اپنے گردو پیش رنگینیاں چاہتا ہوں.... آدمی اور جانور کا فرق ہر وقت میرے پیش نظر رہتا ہے۔"

"اس معاملے میں آدمی اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔ خیر اسے جانے دو.... میں دوسرے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ تمہارے خلاف کسی قسم کی سازش ہو۔"

"سازش.... میرے خلاف.... میں نہیں سمجھا۔"

"ہاں.... ہاں.... فرض کرو آج کوئی عورت دعویٰ کرتی ہے کہ وہ بچہ تمہارا تھا تم نے بدنامی سے بچنے کے لئے اُسے زبردستی ماں سے چھین لیا۔"

"اُسے اس کا ثبوت دینا پڑے گا۔" حمید بولا۔

"ثبوت تم خود ہی مہیا کر چکے ہو۔ تم نے پچھلی رات اسے اپنا بچہ کہا تھا اور ایک عورت تم پر رحم کھا کر اسے تمہارے گھر تک پہنچا گئی تھی۔ تم نے درجنوں آدمیوں کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ وہ تمہارا بچہ ہے۔"

"لیکن کوئی عورت خواہ مخواہ اس کا دعویٰ کرنے ہی کیوں لگی۔"

"بیٹے خاں.... کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ یہاں ہمارے ہزاروں دشمن ہیں۔"

"دشمن ہیں تو۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "لیکن اس حرکت سے انہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے دشمن تو صرف ہماری زندگیوں ہی کے گاہک ہو سکتے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔

اتنے میں نوکروں نے دوسری بار میز پر ناشتہ لگا دیا تھا۔

حمید خاموشی سے پلیٹوں پر ہاتھ صاف کرتا رہا اور فریدی اخبار دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اخبار میز پر پٹخ کر ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"پتہ نہیں یہ آدمیوں کی سوسائٹی ہے یا جانوروں کا ریوڑ۔ اخبار اٹھاؤ.... تو.... قتل و خون اغواء اور عصمت دری کے علاوہ اور کسی قسم کی خبریں نہیں دکھائی دیتیں۔"

"آخر اس کی وجہ کیا ہے۔"

"مستقبل کی طرف سے بے اطمینانی خود اعتمادی کا فقدان۔"

"اس کا علاج بھی ہے کوئی۔"

"شافی علاج ہے۔ مگر یہ دور ہے نئے تجربات کا۔ ایک اسٹیج پر نئے تجربات بھی ختم ہو جائیں گے اس کے بعد پھر اسی دقیانوسی علاج کی طرف دنیا دوڑے گی۔"

"اعتدال قناعت اور جہد مسلسل۔"

"بس قناعت کا تو نام ہی نہ لیجئے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "اس لفظ سے جلے ہوئے خمیر کی بو آتی ہے۔"

"تمہارے ذہن میں قناعت کا تصور بہت ہی گھٹیا قسم کا معلوم ہوتا ہے۔ قناعت سے شائد تم یہ مراد لیتے ہو کہ آدمی تارک الدنیا ہو جائے۔ ملے تو کھائے ورنہ فاقے کرے۔ حالانکہ قناعت کا یہ مطلب نہیں ہے۔ قناعت کا مطلب ہوس سے دامن بچانا ہے۔"

"کچھ اُس بچے کے متعلق بھی فرمائیے اس کے سلسلے میں قناعت کس طرح بروئے کار لائی جا سکتی ہے۔"

"بالکل اسی طرح جیسے تم بھوک کی شدت میں نالیوں کا کیچڑ نہیں چاٹنا شروع کر دیتے! اگر اس سلسلے میں تمہیں مستقبل سے اچھی توقعات نہ ہوں تو تم یہ بھی کر سکتے ہو۔"

"بڑی گنجلک بات ہے۔ اس کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ خیر ماریئے گولی میں اس وقت خشک قسم کی باتوں کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تمہیں اب اپنی غلط قسم کی حسن پرستی سے باز آنا ہی پڑے گا ورنہ....!"

"اوہو.... سنئے تو.... بابا....!" حمید نے اُسے جملہ نہ پورا کرنے دیا۔ "ذرا سنئے تو.... کتنا شاندار دیہاتی پروگرام ہو رہا ہے۔"

آج اتوار تھا اور فریدی کے ملازمین قریب ہی کے ایک کمرے میں ریڈیو پر دیہاتی پروگرام

سن رہے تھے۔

ٹھیک اسی وقت اناؤنسر کی آواز سنائی دی۔ ابھی آپ دھوبیوں کے گیت سن رہے تھے اب ایک ضروری اعلان سنئے۔ ہمارے ملک کے آئرن پرنس مسٹر آئی۔ جے خاور اطلاع دیتے ہیں کہ کل شام کو ریلوے اسٹیشن سے ان کا ایک سوٹ کیس گم ہو گیا ہے جس میں کچھ استعمالی کپڑے، کچھ کاغذات اور چند بیش قیمت انگشتریاں تھیں۔ مسٹر خاور اعلان کرتے ہیں کہ سوٹ کیس ان تک پہنچانے کے والے کو مبلغ دو ہزار روپے انعام دیئے جائیں گے۔ اگر صرف کاغذات ہی پہنچا دیئے جائیں تب بھی پہنچانے والا اسی انعام کا مستحق ہو گا اور اُس سے بقیہ دوسری چیزوں کے متعلق باز پرس نہ کی جائے گی۔

قارون کا مقبرہ

اعلان ختم ہو جانے کے بعد پھر پروگرام شروع ہو گیا۔ اس بار چماروں کا ناچ نشر ہو رہا تھا۔

"یہ مردنگ بھی بڑے غضب کی چیز ہوتی ہے۔" حمید مردنگ کی تھاپوں پر سر ہلاتا ہوا بولا۔

"اور اس سے پہلے کے اعلان کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"مضحکہ خیز.....!" حمید نے کافی انڈیلتے ہوئے کہا۔

"مضحکہ خیز کیوں؟"

"سوٹ کیس جس کے بھی ہاتھ لگا ہو گا وہ واپس کیوں کرنے لگا۔"

"دو ہزار کے انعام کا اعلان تھا۔"

"بنڈل.....!" حمید منہ بنا کر بولا۔ "صرف کاغذات پہنچا دینے پر بھی انعام کی رقم بدستور برقرار رہے گی اور پہنچانے والے سے بقیہ دوسری چیزوں کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ کاغذات دوسری چیزوں سے زیادہ اہم ہوں۔"

"ٹھہریئے۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آخر آپ یکایک اس اعلان کے پیچھے کیوں پڑ گئے۔"

"محض اس لئے کہ آئی۔ جے خاور کی گمشدہ انگشتریوں میں سے ایک میرے پاس ہے۔"

"کیا مطلب.....!" حمید کافی کی پیالی رکھ کر فریدی کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

فریدی نے جیب سے ایک انگشتری نکال کر میز پر ڈال دی۔ یہ وہی یاقوت کی انگشتری تھی جو

اسے پچھلی رات پورچ میں پڑی ہوئی ملی تھی۔

"اسے دیکھو....! اندر کی طرف آئی جے کے حروف کندہ ہیں۔ عشرت جمیل خاور کیا تم نے اسے کبھی دیکھا ہے۔"

"اتفاق نہیں ہوا۔" حمید نے جواب دیا۔

"لوہے کا سب سے بڑا تاجر....اور لوہا پگھلانے کی بھٹی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ گول مٹول اس کے ہاتھوں کے لئے ایسی ڈبل روٹیوں کا تصور کرو جن میں پانچ پانچ شاخیں نکل آئی ہوں.... پھر اس کے بعد اس انگشتری کو دیکھو.... غیر معمولی حد تک موٹی انگلیوں ہی میں آسکے گی۔"

"چلئے مان گیا.... لیکن اگر یہ اعلان آپ نہ سنتے تو....!"

"آئی جے کے سے کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکتا۔ شہر میں خاور جیسے درجنوں موٹے ہوں گے۔"

"بہر حال۔" حمید ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "اگر یہ انگشتری خاور ہی کی ہے تو اس کی کھوپڑی میں بھی مغز کے بجائے لوہے کا برادہ ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں یہ اعلان تو یہی ظاہر کرتا ہے.... ہو سکتا ہے کہ اخبار میں بھی اشتہار ہو۔ ذرا اشتہارات کا صفحہ تو دیکھو۔"

حمید اخبار کے صفحات الٹنے لگا۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے۔" اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اشتہار کے وہی الفاظ ہیں جو ہم ابھی ریڈیو پر سن چکے ہیں۔"

"ٹھیک۔" فریدی کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا ہوا بولا۔ "معاملہ دلچسپ ہے۔" وہ پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔

"دال ذرا مشکل ہی سے گلے گی۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ "وہ بہت بڑا آدمی ہے۔"

"مجھے تاؤ دلا رہے ہو۔" فریدی نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تاؤ نہیں دلا رہا ہوں، حقیقت عرض کر رہا ہوں۔ اگر وہ واقعی مجرم ہے تو اس کی دیدہ دلیری کی داد دینی پڑے گی جناب۔"

"اوہو.... ایک معمولی سا چور بھی اپنی گلو خلاصی کے لئے ہاتھ پیر ضرور مارتا ہے۔ لیکن

حمید صاحب مجھے یہ چار عدد قمیضیں الجھن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ انگوٹھی ہاتھ سے نکل کر گر سکتی ہے لیکن قمیض.... اور قمیض بھی وہ جن پر شہر کی سب سے مشہور ٹیلرنگ شاپ کے لیبل لگے ہوئے ہیں۔ یعنی وہاں سے قمیضوں کے مالک کا پتہ بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ آج تو دوکان بند ہوگی۔" حمید نے کہا۔

"ہاں اتوار کو ساری بڑی دوکانیں بند رہتی ہیں۔ لیکن ہمیں خاور سے ضرور ملنا چاہئے۔"

"اس کا آفس بھی تو بند ہوگا۔"

"فکر نہ کرو.... میں اس کی رہائش گاہ سے واقف ہوں۔ روشن محل میں رہتا ہے۔"

"افسوس اتوار بھی ہاتھ سے گیا۔" حمید سر پیٹ کر بولا۔

"چلو اٹھو! بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔" فریدی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "کپڑے تبدیل کرنے کے لئے صرف آدھا گھنٹہ دے سکتا ہوں۔"

حمید چیختا چلاتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

روشن محل شہر کی ایک عظیم الشان عمارت تھی اور اس میں ملک کا سب سے بڑا لوہے کا تاجر عشرت جمیل خاور رہتا تھا۔

فریدی اور حمید کو زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ملازم نے انہیں روشن محل کی شاندار اسٹڈی میں پہنچادیا۔ وہاں شائد دس منٹ تک انہیں خاور کی آمد کا انتظار کرنا پڑا۔

حمید نے اسٹڈی میں داخل ہونے والے انسان نما تودے کو بڑی حیرت سے دیکھا۔ خاور کا قد پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ مگر پھیلاؤ.... خدا کی پناہ....!

چلنے کا انداز ایسا تھا جیسے پیروں میں چھوٹے چھوٹے پہیئے لگے ہوں اور وہ چلنے کی بجائے پھسل رہا ہو۔

"آ.... فوں.... آ.... فوں....!" وہ صوفے پر گر کر ہانپتا ہوا بولا۔ "فرمایئے کرنل صاحب.... آفوں.... کیسے تکلیف.... فرمائی.... آفوں.... آ.... فوں۔"

"میں نے ریڈیو پر آپ کا اعلان سنا تھا۔"

"اوہ.... بہت.... آفوں.... شکریہ.... آپ نے توجہ فرمائی.... آ.... فوں.... خوش نصیبی ہے میری.... آ.... فوں۔"

"غالباً یہ انگشتری آپ کی ہے۔" فریدی نے جیب سے انگشتری نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں.... میری ہے۔" وہ اسے الٹنے پلٹنے لگا۔ پھر جلدی سے بولا۔"اوہ تو آپ کو وہ سوٹ کیس مل گیا ہے۔"

فریدی نے حمید کی طرف دیکھا اور اس نے قمیضوں کا بنڈل فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

"اور یہ قمیضیں بھی غالباً آپ ہی کی ہیں۔" وہ تہہ کی ہوئی قمیضیں اس کے پیروں کے پاس فرش پر ڈالتا ہوا بولا۔

"میں یہ سب نہیں۔ کاغذات چاہتا ہوں کرنل صاحب.... آ.... فوں.... قمیضیں میری ہی ہیں اور اسی سوٹ کیس.... آ.... فوں.... میں تھیں.... میں بھلا آپ کو انعام دینے کی جرأت کیا کروں گا.... البتہ آپ کا احسان.... زندگی بھر یاد رہے گا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے صرف یہی چیزیں مل سکی ہیں۔ سوٹ کیس یا کاغذات میری نظر سے نہیں گذرے۔"

"پھر یہ چیزیں آپ کو کیسے ملیں.... آفوں.... فوں۔"

"ایک نوزائیدہ بچہ انہیں قمیضوں میں لپٹا ہوا پڑا پایا گیا تھا اور انگشتری بھی انہیں قمیضوں میں تھی۔"

"نوزائیدہ بچہ۔" خاور حیرت سے منہ اور آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ کمرے کے سکوت میں اس کی مسلسل "آ.... فوں" گونج رہی تھی۔

"جی ہاں.... یہ پچھلی رات کی بات ہے۔ کسی نامعلوم آدمی نے بچے کو کیپٹن حمید کی کار میں ڈال دیا تھا۔"

"ڈالا بھی تو آپ ہی لوگوں کی کار میں۔ خدا کی پناہ۔" خاور نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"آپ کا سوٹ کیس کن حالات میں کھویا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"ریلوے اسٹیشن سے.... میں کل شام کو تار جام سے واپس آیا تھا۔ گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہی سوٹ کیس غائب ہے جس میں بہت ہی ضروری قسم کے کاغذات تھے۔"

"اس نوزائیدہ بچے کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

خاور نے اس کا جواب فوراً ہی نہیں دیا۔ وہ فریدی کو غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کی پلکیں اس

طرح جھپک رہی تھیں جیسے وہ اس سوال پر غور کر رہا ہو۔

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا تعلق میری ذات سے ہو گا۔" اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"نہیں! میں قبل از وقت کچھ نہیں سمجھتا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں اس واقعے کی تحقیقات کر رہا ہوں۔"

"میں اس نوزائیدہ بچے کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ شائد کوئی مجھے پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن یہ اس کی خام خیالی ہے۔ میں نہیں پھنس سکتا۔ پہلے میں سمجھا تھا شائد سوٹ کیس کاغذات کے لئے اڑایا گیا ہے.... مگر اب.... میرے خدا....!"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا.... پھر بے چینی سے پہلو بدل کر اپنے گالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "میں معاملات کی تہہ تک پہنچ رہا ہوں۔"

"کیسے معاملات.... اگر بہت زیادہ نجی نہ ہوں تو مجھے بھی آگاہ کیجئے۔"

"آگاہ کرنا ہی پڑے گا۔ یقیناً مجھ پر کوئی بڑی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔"

وہ پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ حمید اس کے چہرے میں ایک خاص بات محسوس کر رہا تھا۔ وہ یہ کہ اس کے چہرے سے جذباتی تغیر کا اظہار قطعی نہیں ہوتا تھا۔

"میں بہت بدنصیب آدمی ہوں۔" خاور نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اور کوئی میری اس بدنصیبی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ میں لاولد ہوں۔ دوسری بات ابھی حال ہی میں دو سال کی طویل رنجش کے بعد میری بیوی یہاں آنے پر راضی ہوئی ہے شائد دو یا تین دن بعد آجائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات بھی کسی کو ناگوار گذری ہو۔ وہ نہ چاہتا ہو کہ ہم دونوں صلح و آشتی کی زندگی بسر کر سکیں۔"

"تو کیا وہ آپ کے ساتھ نہیں رہتیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی نہیں.... وہ دو سال سے مجھ سے الگ ہے۔ سعید آباد میں اپنے والدین کے ساتھ مقیم ہے۔ میں نے کبھی سختی نہیں کی۔ اس کے اخراجات بھی پورے کرتا رہا ہوں ہاں البتہ اس دو سال کے عرصے میں کبھی اُس سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔"

"اور اب وہ خود ہی آنا چاہتی ہیں یا اسکی تحریک آپ کی طرف سے ہوئی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"دیکھئے.... میں نے ہمیشہ یہی چاہا ہے کہ ہم دونوں میں رنجش باقی نہ رہے لیکن وہ ذرا تیز

مزاج کی ہے۔ قوت برداشت بالکل نہیں رکھتی۔ میں بہت نرمی سے پیش آتا ہوں اس کے باوجود بھی.... خیر چھوڑیئے۔"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" فریدی نے اُسے ٹوکا۔

"کس سوال کا....؟"

"یہی کہ وہ خود سے آنا چاہتی ہیں یا آپ نے اس پر زور دیا۔"

"نہیں وہ خود ہی آنا چاہتی ہے۔"

"بہر حال آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی یا تو اپنا بچہ آپ کے سر تھوپنا چاہتا ہے یا یہ چاہتا ہے کہ آپ دونوں کے تعلقات طلاق پر ختم ہو جائیں۔"

"ٹھیک بالکل یہی بات ہے کرنل صاحب۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ اس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

"کیا آپ اپنے کسی ایسے دشمن کا پتہ بتا سکتے ہیں جس کی طرف سے آپ کو اس قسم کے خدشات لاحق ہوں۔"

"ہاں میں بتا سکتا ہوں۔ لیکن آپ اُس پر میرا نام نہ ظاہر کیجئے گا۔"

"یہ میرے محکمے کا مخصوص ترین اصول ہے۔"

"اچھا تو سنئے.... وہ میرا سوتیلا بھانجا ضیغم ہے۔ اسٹار سرکس کا مالک۔ جانوروں کی صحبت میں خود بھی جانور ہو گیا ہے۔ مجھ سے خدا واسطے کا بیر رکھتا ہے۔ اور یہ بات بھی کھلی ہوئی ہے کہ اگر میں لاولد مر جاؤں تو میرے ترکے کا مالک وہی ہو گا۔"

"ضیغم....!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر خاور سے بولا۔ "اچھا جناب۔ فی الحال یہ قمیض اور انگشتری میرے ہی پاس رہیں گی۔" فریدی بولا۔

"ضرور ضرور.... شوق سے.... میں بھی آپ سے ملتا رہوں گا۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ جب میں مناسب سمجھوں گا خود ہی مل لوں گا۔"

اس دوران میں حمید بڑی توجہ اور دلچسپی سے خاور کو دیکھتا رہا تھا اور اب وہ ایک بار پھر اس کے چلنے کا منظر دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن خاور ان کی روانگی کے وقت بھی صوفے سے نہ اٹھا۔ بیٹھے ہی

بیٹھے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھادیا۔

واپسی پر حمید بُری طرح قہقہے لگارہا تھا۔ آخر اس نے کہا۔

"کمال ہے.... اور مجھے اپنی قسمت پر بھی رونا آرہا ہے کہ اس شہر کا باشندہ ہونے کے باوجود بھی میں قارون کے مقبرے کی زیارت نہ کر سکا تھا۔"

"قارون کے مقبرے کی داد نہیں دی جاسکتی حمید۔" فریدی تحسین آمیز لہجے میں بولا۔ "اس کے لئے اس سے بہتر تشبیہ کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔ بعض اوقات تمہاری ذہانت کا بھی قائل ہونا پڑتا ہے۔"

"اور یہ مقبرہ بد تمیز اور بد اخلاق بھی ہے۔" حمید چہک کر بولا۔

"نہیں.... یہ بات تو نہیں۔"

"ہے کیوں نہیں.... اُسے کم از کم کھڑے ہو کر ہم سے مصافحہ کرنا چاہئے تھا۔"

"اوہ.... تم دراصل اُس بیچارے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ خود سے کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا۔ پھر دو تین نوکر مل کر اُسے اٹھاتے ہیں۔ ہمارے چلے آنے کے بعد اسے نوکروں نے اٹھایا ہوگا۔"

"ہمارے مقدر میں بھی عجوبے ہی لکھے ہوئے ہیں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ مگر اس کے متعلق آپ کے خیالات کیا ہیں۔

"اس واقعے سے اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اگر یہ بات ہوتی تو وہ اپنی قمیض نہ استعمال کرتا۔ اور اگر سہواً ایسا ہو بھی گیا ہوتا تو سوٹ کیس کی گمشدگی کا اعلان کبھی نہ کراتا۔"

"اوہ ٹھیک یاد آیا۔ آپ نے ان کاغذات کے متعلق اس سے کچھ نہیں پوچھا۔"

"وہ میرے لئے غیر ضروری ہیں۔"

"اچھا اگر اس نے محض بکواس کی ہو تو۔"

"تب بھی میرے موجودہ رویے سے کیس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میں تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ انگشتری اور قمیض اسی کی ہیں یا نہیں۔"

"اچھا.... اب.... دوسرا قدم۔"

"فی الحال ہم اس ہسپتال تک جائیں گے جہاں وہ بڑھیا زیر علاج ہے۔"

"اوہ.... ہاں.... آپ کو سب سے پہلے اُسی سے ملنا چاہئے تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"ضیغم کو جانتے ہو۔"

"جاننا چہ معنی دارد! کئی بار سوچ چکا ہوں کہ اسے دو چار دن کے لئے بند کرادوں۔"

"کیوں؟"

"پرلے سرے کا بد تمیز اور شیخی خورہ ہے۔ اس طرح سینہ تان کر چلتا ہے جیسے اُس کی ٹکر کا آج تک کوئی پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے۔ لڑکیوں کے سامنے خاص طور سے شیخیاں بگھارتا ہے۔ بڑے فخر سے کہتا ہے کہ شیروں سے کشتی لڑنا اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔"

"وہ غلط تو نہیں کہتا۔"

"سرکس کے شیر اور بار برداری کے گدھے میں کیا فرق ہوتا ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"لیکن آخر تمہیں اُس سے اتنی پرخاش کیوں ہے۔"

"بس ہے.... وجہ میں خود نہیں جانتا۔"

"وجہ یقیناً کوئی لڑکی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کے سرکس کی کوئی لڑکی ہو۔"

"لڑکیوں کی وجہ سے کسی سے پرخاش رکھنا میرا شیوہ نہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہوئی کہ اگر مجھے کبھی کسی بس پر جگہ نہ ملے تو میں بس کنڈیکٹر کا دشمن ہو جاؤں۔"

"اچھا بس! اب اس بات کو یہیں ختم کر دو۔ ورنہ تمہیں بکواس کے لئے موضوع مل جائے گا۔ میں خاموشی کے موڈ میں ہوں۔"

حمید بُرا سا منہ بنا کر کار کے باہر دیکھنے لگا۔ لیکن پھر جلد ہی پلٹ کر بولا۔

"ضیغم سے کب مل رہے ہیں۔"

"اگر ضرورت سمجھی تو ملوں گا ورنہ نہیں۔"

حمید خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سول ہسپتال پہنچ گئے.... لیکن انہیں ایک غیر متوقع خبر سے دوچار ہونا پڑا.... بڑھیا مر چکی تھی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ اسے گلا گھونٹ کر بیہوش کیا گیا تھا اور غالباً اسی بناء پر اسکے پھیپھڑوں کی بعض رگیں پھٹ گئی تھیں۔ صبح تک ناک اور منہ سے خون جاری رہا تھا۔ صبح

ہوتے ہی وہ چل بسی تھی۔ ڈاکٹر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پولیس اس کا بیان لینے میں ناکام رہی تھی۔

اسکے بعد فریدی نے ان نرسوں سے پوچھ گچھ شروع کی جو رات بھر اس کے قریب رہی تھیں۔

"اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔" میٹرن نے فریدی کو بتایا۔ "ہوش اور بیہوشی کی کش مکش رات بھر جاری رہی تھی اور وہ بے تحاشہ ہذیان بکتی رہتی تھی۔"

"یاد کرو.....!" فریدی بولا۔ "کیا کہتی تھی۔"

"بے تکی باتیں.... مثلاً.... ارے ارے.... پاگل ہوئے ہو.... نکل جاؤ یہاں سے۔ کیمرہ ہٹاؤ.... کیمرہ ہٹالے جاؤ.... زیادہ تر وہ یہی چیختی تھی.... کیمرہ ہٹاؤ.... بے شرم کہیں کے.... کیمرہ ہٹاؤ۔"

دوسرے دلائل

تھوڑی دیر بعد وہ پھر سڑکیں ناپ رہے تھے۔ لیکن شائد اس وقت ان میں سے کوئی بھی گفتگو کے موڈ میں نہیں تھا۔ دونوں ہی بڑھیا کے ہذیان میں الجھے ہوئے تھے

"اب کیا ارادہ ہے۔" تھوڑی دیر بعد حمید نے پوچھا۔

"سوچ رہا ہوں کہ ضیغم سے بھی مل لوں۔"

"اچھا یہ بتایئے کیا آپ بڑھیا کے ہذیان کو اہمیت دے رہے ہیں۔"

"اہمیت دی بھی جا سکتی ہے اور نہیں بھی۔"

"آج آپ کوئی واضح بات نہیں کہہ رہے ہیں۔"

"واضح بات۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "واضح ترین بات یہ ہے کہ ابھی یہ کیس خود میرے ہی ذہن میں صاف نہیں ہے۔ کئی الجھاوے ہیں۔ کئی سوالات ہیں.... بے شمار۔"

اس نے بات ادھوری ہی چھوڑ دی۔

"ہائے! آج اتوار ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "دفتر کے چپراسی بھی آج ہنی مون منا رہے ہوں گے.... لیکن میں نابکار....!"

اس نے بھی جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ فریدی نے لفظ "بے شمار" پر تان توڑی تھی اور حمید نے "نابکار" پر اختتام کیا۔

مگر فریدی اس طرح خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ اُسے حمید کی آواز بھی نہیں سنائی دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے چونک کر کہا۔ "نہیں.... وہ ضیغم نہیں ہو سکتا۔ مرد کا جو حلیہ بتایا جاتا ہے کسی طرح بھی ضیغم اس پر پورا نہیں اترتا۔"

"میک اپ سرکار....!" حمید بولا۔ "ضیغم بڑا اچھا بہروپیا ہے۔"

"اتنا اچھا بھی نہیں ہے کہ اپنے سر کی مخصوص بناوٹ کو چھپا لے جائے۔ اُس کا پورا چہرہ ہی اس قابل نہیں ہے کہ اس پر کامیاب قسم کا میک اپ کیا جا سکے۔ لہٰذا وہ اس قسم کا خطرہ مول لے ہی نہیں سکتا۔"

"تب تو پھر مجھے کہنے دیجئے کہ آپ حشر تک اصل مجرم کا پتہ نہ لگا سکیں گے۔"

"کیوں....؟"

"ظاہر ہے کہ اب مجرم عام آدمیوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا ہوگا۔ خاور بھی بتائے ہوئے حلئے کا نہیں ہے۔ رہ گئی عورت تو.... اس کا ملنا بھی محال ہے۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لے کر گذشتہ کارناموں پر خاک نہ ڈالئے۔ اس قسم کی چوری چکاری کے کیس سول پولیس ہی کے لئے مناسب ہیں۔"

"حمید! یہ کیس سول پولیس کے بس کا نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ ایسے ہی درجنوں کیس ہیں جن میں پولیس آج تک ناکام رہی ہے۔ شہر میں آئے دن نوزائیدہ بچے زندہ یا مردہ شاہراہوں پر پڑے پائے جاتے ہیں۔ لیکن پولیس.... کیا ایک فیصدی کامیابی بھی پولیس کے حصے میں آئی ہے؟"

"ٹھیک ہے! لیکن اس کیس کی نوعیت ہی الگ ہے۔"

"کیس آپ کے ذہن میں صاف بھی نہیں ہے اور آپ اس کی نوعیت سے بھی واقف ہیں۔ عجیب بات ہے... ار... ہا.. کتنا حسین چہرہ گذر گیا ایسے موقعوں پر گاڑی کی رفتار ذرا کم کر دیا کیجئے۔"

"کیس کی نوعیت۔" فریدی اس کی بعد کی بکواس پر دھیان دیئے بغیر بولا۔ "اچھا سنو! خاور گنبد ضرور ہے لیکن اس کی بالائی منزل خالی نہیں معلوم ہوتی۔ وہ ایک حد تک کافی چالاک بھی ہے۔ اگر یہ حرکت اس کی ہوتی تو وہ اُسے اپنی قمیضوں میں لپیٹ کر نہ پھینکتا۔ اور اگر ایسی حماقت ہو بھی جاتی تو وہ اپنے گمشدہ سوٹ کیس کے متعلق ہرگز اعلان نہ کراتا۔ اچھا چلو خود اُسی کے بیان

کے مطابق فرض کرلو کہ کوئی اسے پھنسانا چاہتا ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھنسانے کا مقصد کیا ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بچہ غیر قانونی ہی ہونے کی بناء پر پھینکا گیا تھا۔ اگر پھینکنے والا اسے خاور کے سر تھوپنا چاہتا ہے تو وہ پرلے سرے کا احمق ہے کیونکہ وہ غیر قانونی بچہ خاور کی دولت سے ایک حبہ کا بھی مستحق نہیں ہوسکتا اور اگر وہ اس طرح خاور سے کچھ روپیہ اینٹھنا چاہتا ہے تو یہ بھی اس کی خام خیالی ہے۔ اس واقعہ کے پولیس کے علم میں آجانے کے بعد وہ اس سے ایک کوڑی بھی وصول نہیں کرسکتا۔ پھر اس نے یہ حرکت کیوں کی۔"

"اُسے اگر اس بات کا علم ہوتا کہ خاور سوٹ کیس کی گمشدگی کا اعلان کرادے گا تو شائد وہ کوئی دوسرا طریق کار اختیار کرتا۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

"ہاں بات معقول ہے۔ اسے تسلیم کیا جاسکتا ہے ممکن ہے اسے علم نہ رہا ہو کہ اسی سوٹ کیس مین کپڑوں کے علاوہ کچھ ایسے کاغذات بھی ہیں جو بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور ان کی گمشدگی خاور کو اعلان کرانے پر مجبور کرسکتی ہے۔ لیکن یہ تو سوچو کہ اعلان نہ ہونے کی صورت میں کیا پولیس خاور تک پہنچ سکتی تھی؟"

"قطعی پہنچ سکتی تھی۔" حمید نے کہا۔ "اور یہ خود آپ کی کہی ہوئی بات ہے کہ جس ٹیلرنگ شاپ میں قمیضیں تیار کی گئی ہیں اسی کے ذریعہ خاور کا پتہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔"

"لیکن اگر اس نے یہ حرکت پولیس کے علم میں لانے ہی کے لئے تھی تو پھر اس کی افادیت بھی ختم ہوجاتی ہے۔"

"کیوں....؟"

"ذرا کھوپڑی استعمال کرو۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

"کثرت استعمال کی بناء پر اب وہ استعمال کے قابل ہی نہیں رہ گئی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا تم اتنا نہیں سوچ سکتے کہ مجرم کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ فائدہ اس صورت میں پہنچتا جب وہ اسے تمہاری کار میں پھینکنے کی بجائے خاور کی کوٹھی میں پھینکتا اور عورت اُسے خاور کا بچہ ثابت کرکے اس کا اعلان کردینے کی دھمکی دیتی۔ اس طرح وہ خاور سے کافی روپیہ اینٹھ سکتے تھے۔"

"چلئے میں اسے تسلیم کئے لیتا ہوں کہ اس جرم کا یہ مقصد نہیں ہوسکتا۔" حمید نے کہا۔

"لیکن خاور نے تو ایک بات اور کہی تھی.... یعنی اس طرح کوئی دشمن اس کی بیوی کو اس سے دور ہی رکھنا چاہتا ہے۔"

"اس مسئلے پر تو ابھی گفتگو ہی نہیں کی جاسکتی۔"

"کیوں....؟"

"ہم اس کی بیوی کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ نہ ہمیں یہی معلوم کہ ان دونوں کے درمیان میں ناچاقی کی وجہ کیا ہے۔"

"اسے معلوم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"قطعی ہے.... اگر ناچاقی کی وجہ خاور کی جنسی بے راہ روی ہے تب تو اس واقعے کا اثر ان کے تعلقات پر پڑ سکتا ہے۔ ورنہ نہیں.... سینکڑوں آدمی روزانہ اس قسم کی حرکتیں کیا کرتے ہیں لیکن ان کی بیویاں اس بناء پر ان سے قطع تعلق نہیں کر لیتیں۔"

"تو اب آپ اس کی بیوی کی بھی ہسٹری کھنگالیں گے۔"

"یقیناً وہ تو کرنا ہی پڑے گا.... جرم کا مقصد معلوم کئے بغیر جرم کا سراغ مشکل ہی سے ملتا ہے۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد کیڈی اسٹار سرکس کمپنی کے آفس کے سامنے رک گئی۔ یہ دفتر اتوار کو بھی کھلا رہتا تھا۔ ضیغم دفتر ہی میں موجود تھا۔

اس کی عمر چالیس کے قریب رہی ہو گی۔ لحیم شحیم اور ورزشی جسم کا آدمی تھا۔ جبڑوں کے بھاری پن کے مقابلے میں اس کا سر اتنا چھوٹا تھا کہ غیر متناسب معلوم ہوتا تھا ہونٹ پتلے اور اندر کی طرف دھنسے ہوئے تھے۔ رنگت سفید لیکن صحت آمیز سرخی کی حامل تھی۔ جب وہ گفتگو کرتا تو اس کے سارے دانت پورے طور پر نمایاں ہو جاتے۔ سفید اور چمکیلے دانت لیکن اسے گفتگو کرتے دیکھ کر کسی ایسے بھیڑیئے کا تصور ذہن میں ضرور پیدا ہوتا تھا جو اپنے شکار کی ہڈیاں چبا رہا ہو۔ اس کے لہجے میں بھی عموماً بڑی تلخی ہوا کرتی تھی.... ظاہری بناوٹ کے ساتھ ہی ساتھ اس کی ذہنی ساخت بھی عجیب تھی.... اس کی کھوپڑی میں یہ خیال برف کی طرح منجمد ہو کر رہ گیا تھا کہ وہ دنیا کے ہر آدمی کو طاقت سے زیر کر سکتا ہے۔

فریدی اور حمید کو دیکھ کر اس نے بہت بُرا سا منہ بنایا۔

فریدی جو بشرہ شناسی میں ماہر تھا جلدی سے بولا۔ "ہم دراصل ایک انکوائری کے سلسلے میں

آئے ہیں۔"

"جب آپ جیسے حضرات انکوائری کے سلسلے میں آئیں تو معاملہ بڑا ہی ہو سکتا ہے.... سگریٹ!" ضیغم ان کی طرف سگریٹ کیس بڑھاتا ہوا بولا۔

"شکریہ....! میں سگار پیتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "کیا آپ آئرن پرنس مسٹر خاور کے چال چلن کے متعلق کچھ بتا سکیں گے۔"

"خاور کا چال چلن!" ضیغم نے حیرت سے کہا۔ پھر بے تحاشہ ہنس پڑا۔ اس کا نہ ختم ہونے والا قہقہہ کسی لکڑ بگھے کی غراہٹ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔

"خدا کی شان ہے کہ اب خاور جیسے لوگ بھی چال چلن کے قابل ہونے لگے۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

فریدی اس کے جواب میں کچھ نہیں بولا۔ شائد یہ بات ضیغم کے لئے خلاف توقع تھی۔ وہ اس انداز میں فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اپنے جملے پر فریدی کا ریمارک سننے کا متمنی ہو۔

پھر اس نے خود ہی کہا۔ "لیکن آپ نے اس کے چال چلن کی تصدیق کرنے کے لئے اس خاکسار کو کیوں منتخب فرمایا ہے۔" اسکے لہجے میں تلخی کے ساتھ ہی ساتھ ایک قسم کا چیلنج بھی تھا۔

"محض اسلئے کہ آپ دونوں کے تعلقات خوشگوار نہیں ہیں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"تب پھر میں اس کے خلاف غلط باتیں بھی کہہ سکتا ہوں۔"

"غلط باتوں میں بھی کچھ درست ہوتی ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اور مجھ میں اتنا سلیقہ ہے کہ میں اپنے کام کی باتیں منتخب کر سکوں۔"

"بات کیا ہے؟" ضیغم فریدی کو گھورنے لگا۔

"نہایت اہم! پچھلی رات کو ہمیں ایک نوزائیدہ بچہ ملا ہے جسے چند قمیضوں میں لپیٹ کر کہیں ڈال دیا گیا تھا.... اور وہ قمیضیں خاور کی ہیں۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ قمیضیں خاور ہی کی ہیں۔"

"مجھے یقین ہے.... صرف مجھے ہی نہیں خاور کو بھی یقین ہے کہ وہ قمیضیں اسی کی ہیں۔"

ضیغم بے تحاشہ ہنس پڑا۔ وہ کافی دیر تک ہنستا رہا.... حمید دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ کیونکہ اس کے ہنسنے کا انداز بڑا توہین آمیز تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی نادان

بچے کی حماقت آمیز گفتگو پر قہقہے لگا رہا ہو۔

فریدی کے رویے میں البتہ کسی قسم کا بھی تغیر نہیں واقع ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر نرمی کے آثار تھے اور آنکھوں سے بے تعلقی جھلک رہی تھی۔

''اب میں سمجھ گیا۔'' ضیغم بدستور ہنستا ہوا بولا۔ ''آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔''

''کیوں! وقت کیوں ضائع کر رہا ہوں۔''

''آپ خاور کے حالات سے واقف نہیں۔ وہ اس بچے کا باپ ہرگز نہیں ہو سکتا اس میں باپ بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ لیکن یہ حرکت بھی اس کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔''

''آپ دو متضاد باتیں کہہ رہے ہیں۔''

''اُو بابا! وہ بچہ کسی اور کا ہوگا۔ خاور اسے اپنا ظاہر کرنا چاہتا ہے۔''

''یعنی خود ہی اپنی گردن پھنسوانا چاہتا ہے۔'' فریدی نے حیرت ظاہر کی۔

''بھلا اس کی گردن کیا پھنسے گی۔ دو چار ہزر روپے دے کر معاملہ برابر کرا لے گا۔ کروڑ پتی ہے بابا۔''

''لیکن وہ یہ سب کچھ کرے گا ہی کیوں؟ کیا اس میں اس کی بدنامی نہیں۔''

''بدنامی....!'' ضیغم ہنس پڑا۔

''کیا لفظ بدنامی پر آپ کو ہنسی آرہی ہے مسٹر ضیغم۔'' حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

''نہیں کیپٹن حمید مجھے آپ لوگوں کی سنجیدگی پر ہنسی آرہی ہے۔''

''اور مجھے آپ کی عقل پر رونا آرہا ہے۔'' حمید بولا۔

فریدی نے سوچا اگر بات بڑھ گئی تو وہ بہتیری باتیں نہ معلوم کر سکے گا اس لئے وہ جلدی سے بول پڑا.... ''خاور نے مجھے بتایا ہے کہ آپ اسے پھنسانا چاہتے ہیں۔''

''کیا....؟'' ضیغم فریدی کی طرف پلٹ پڑا۔ ''میں اسے پھنسانا چاہتا ہوں۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے.... میں اسے پھنساؤں گا.... وہ کتے کا پلا ہے۔''

''نہیں وہ تو ہاتھی کا بھی ابا ہے۔'' حمید ہنس پڑا۔

''کیپٹن حمید میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' وہ پھر حمید کی طرف پلٹ پڑا۔ چند لمحے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر فریدی سے بولا۔ ''اگر مجھے اُس سے نپٹنا ہی ہوگا تو کھلم

کھلا نپٹوں گا۔ ایک ہی گھونسے میں اس کا سڑا ہوا مغز ناک کے راستے بہہ جائے گا۔"

"مجھے علم ہے کہ آپ بہت طاقت ور ہیں۔" فریدی اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ٹھہریئے۔" ضیغم سنجیدگی سے بولا۔ "میں بتاتا ہوں کہ اس کی چال کیا ہے۔"

وہ چند لمحے کچھ سوچ سوچ کر سر ہلاتا رہا پھر بولا۔ "آپ جانتے ہیں کہ اس کی بیوی اس سے الگ ہے۔"

"مجھے علم ہے۔"

"کشیدگی کی وجہ بھی جانتے ہیں۔" ضیغم نے پوچھا۔

"نہیں اس کا مجھے علم نہیں۔"

"خاور کافی دولت مند آدمی ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"یہ بھی جانتا ہوں۔"

"پھر اس کی بیوی اس کے ساتھ کیوں نہیں رہتی۔"

"ممکن ہے مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہو۔"

"مزاجوں میں تو بڑی ہم آہنگی ہے جناب۔" ضیغم مسکرا کر بولا۔ "اتنی ہم آہنگی کہ آپ خاور کو بھی عورت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مگر عورت.... بیوی نہیں بلکہ شوہر چاہتی ہے۔"

"اوہ.... اچھا.... اچھا۔" فریدی اس طرح آنکھیں پھاڑ کر سر ہلانے لگا جیسے اصل بات اس کی سمجھ میں اب آئی ہو۔

ضیغم نے پھر ایک زور دار قہقہہ لگایا لیکن اس بار وہ جلد ہی سنجیدہ ہو کر بولا۔ "کچھ بھی ہو خاور کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت یقیناً محسوس ہوتی ہوگی جو اس کی دیکھ بھال کر سکے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی پھر واپس آجائے۔"

ضیغم خاموش ہو کر سگریٹ سلگانے لگا۔

پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "اسے واپس لانے کیلئے خاور کے پاس آخری حربہ یہی رہ گیا تھا۔ یہ بدنامی بھی اس کیلئے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ میرا خیال ہے کل کے اخبارات میں یہ خبر آجائے گی۔"

"ضروری نہیں ہے۔"

"اوہ.... تب تو اس کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ نہیں فریدی صاحب اس کی

پبلسٹی ضرور ہونی چاہئے۔"

"کیوں....؟"

"تاکہ اس کی بیوی واپس آجائے۔" ضیغم نے اپنے مخصوص انداز میں قہقہہ لگایا۔

"اوہ.... تو آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ واپس آجائے۔"

"نہیں....!" ضیغم سنبھل کر بولا۔ "بھلا مجھ سے کیا غرض۔ لیکن میں بعد کے مضحکہ خیز حالات سے ضرور لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔"

"بعد کے حالات سے کیا مراد ہے۔"

"ممکن ہے کہ وہ اس خبر پر چلی ہی آئے.... لیکن پھر.... آپ بچے تو نہیں ہیں کرنل۔"

"نہیں انہیں ان معاملات میں بچہ ہی سمجھئے۔" حمید بول پڑا۔ "ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی۔"

"خوب خوب....!" ضیغم سر ہلا کر مسکرانے لگا۔

"مگر مسٹر ضیغم! اس نے بچہ کہاں سے مہیا کیا ہوگا۔" فریدی نے پوچھا۔ اس نے حمید کے ریمارک کو اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"دولت سب کچھ مہیا کر سکتی ہے کرنل۔ اور پھر اس طرح بچے کے ضائع ہو جانے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نے اسے کسی ایسی ہی جگہ پھینکوایا ہوگا جہاں سے وہ جلد ہی اٹھا لیا جا سکے۔ بچے کے والدین کو بھی اطمینان ہی ہوگا۔ انہیں دو چار ہزار روپے بھی مل گئے ہوں گے اور ان کا بچہ اس وقت کسی سرکاری پرورش گاہ میں محفوظ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ خاور نے اس کے لئے اپنے کسی ملازم ہی کو منتخب کیا ہو۔ نہیں کرنل یہ سارا معاملہ بالکل آسان ہے مگر خاور کی ذہانت کی بھی داد دینی ہی پڑے گی۔ میں اب تک اسے صرف ایک فرسٹ کلاس گاؤدی تصور کرتا تھا۔ مگر اب مجھے اپنی رائے بدلنی پڑے گی۔"

فریدی بڑی سنجیدگی سے اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"مسٹر ضیغم! اگر میں آپ سے نہ ملتا تو مجھے بڑا افسوس ہوتا۔ آپ نے معاملے کو بالکل ہی صاف کر دیا۔ مجھے تو آپ کی ذہانت پر حیرت ہے۔"

"کیوں؟ ہے نا....!" ضیغم نے قہقہہ لگایا۔ "مگر یہ بیچارے کی بدنصیبی ہے کہ کیس آپ جیسے ذہین آدمی کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ بھئی میری رائے تو یہ ہے کہ اس معاملے کو ابھار کر

دبادیجیئے گا۔ ورنہ ابھرے بغیر اس بیچارے کا مقصد حل نہیں ہو گا.... واہ بھئی خوب رہی۔"
ضیغم پھر ہنسنے لگا۔

کیکوا کنڈا

فریدی چند لمحے غور سے ضیغم کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ "مگر مسٹر ضیغم جب آپ یہ سوچ سکتے ہیں تو اس کی بیوی بھی کیوں نہ یہی نتیجہ اخذ کر سکے گی۔"

اس سوال پر ضیغم سٹپٹا گیا۔ لیکن اس نے اس تغیر کو پھر ایک بناوٹی قہقہے میں چھپانے کی کوشش کی۔

"اوہ....! اگر اُس نے بھی یہی سوچا تب تو پھر میں اس پچویشن سے محظوظ نہ ہو سکوں گا۔ کاش کوئی اسے یقین دلا دیتا۔"

"خاور سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔"

اس سوال پر ضیغم اسے گھورنے لگا۔

"کیوں کرنل! کیا اب میرا مضحکہ اڑانے کا ارادہ ہے۔" اس نے تلخ لہجے میں فریدی سے پوچھا۔

"قطعی نہیں! میں نے تو صرف رشتہ پوچھا تھا۔"

"اچھا تو سنئے!" ضیغم نے گرج کر کہا۔ "ہم میں یہی رشتہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔"

"اوہ.... آپ نے تو عربی طرز کی رجزیہ شاعری شروع کر دی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"آج شاعری کر رہا ہوں اور کسی دن ایک خونی ڈرامہ اسٹیج کروں گا۔" ضیغم میز پر گھونسہ مار کر بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"تو سمجھ لیجئے! خاور میرے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔"

"آپ ایک ذمہ دار آفیسر کے سامنے گفتگو کر رہے ہیں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے اس کی پرواہ نہیں۔"

تو پھر اسے یاد رکھئے کہ اگر خاور قدرتی موت بھی مرا تو میرا محکمہ اس میں دلچسپی لئے بغیر نہ

رہ سکے گا۔

"آپ کا محکمہ۔" ضیغم حقارت آمیز قہقہے کے ساتھ بولا۔"میں نے اب تک دس خون کئے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس وقت ایک آزاد شہری کی حیثیت سے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"واقعی کمال ہے۔" حمید ہنس پڑا اور ضیغم جھلا کر بولا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ ثبوت مہیا کیجئے اور میرے ہتھکڑیاں لگا دیجئے۔"

"اچھا میں خیال رکھوں گا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔"ذرا اس کیس سے فرصت مل جائے تو۔"

"ضرور کوشش کیجئے گا۔" ضیغم تلخ لہجے میں بولا۔

فریدی اور حمید اٹھ گئے۔

واپسی پر حمید نے راستے میں کہا۔"کہئے اب کیا خیال ہے اس جانور کے متعلق۔"

"اگر میں نے اسے سبق نہ دیا تو مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔" فریدی بولا۔

"اچھا اس نے جو کچھ خاور کے متعلق کہا ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔"

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اچھا اب مجھے کہنے دیجئے۔"

"بکو.....!"

"آپ نے کل رات والی لڑکی کو اصل واقعے سے کیوں آگاہ نہیں کیا۔"

"بکواس مت کرو۔"

"کم از کم اس کا پتہ ہی پوچھ لیا ہوتا....." حمید نے کہا۔

"پتہ.... پتہ تو مجھے معلوم ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ نہ جانے کیوں یک بیک اس کا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا۔

"تو پھر بتا دیجئے نا۔" حمید بچوں کی طرح ٹھنک کر بولا۔

"اٹھارہ لنکس لین.... نام بھی بتا دوں۔"

"کاش آپ سچ مچ بتا دیں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"زرینہ پرویز۔"

"ہائیں تو کیا شادی شدہ ہے۔"

"نہیں پرویز اس کے باپ کا نام ہے۔"

"شکر ہے پروردگار.... اور اس کے باپ کا بھی بہت بہت شکریہ وغیرہ۔"

"تو پھر تمہیں کنکس لین کے پاس اتار دیا جائے۔"

"ارے آج آپ اتنے مہربان کیوں ہیں۔"

"کبھی کبھی تم پر ترس بھی آتا ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نہیں مان سکتا۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "کوئی بات ضرور ہے۔"

"کیا بات ہو سکتی ہے۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"اس طرح آپ کا کوئی کام بنتا ہوگا۔"

"میرے تو سارے کے سارے کام کسی نہ کسی طرح بن ہی جاتے ہیں حمید صاحب۔"

"کیا آپ اس لڑکی پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں۔"

"شبہ نہیں.... بھئی میں تو فی الحال تم سے پیچھا چھڑا کر کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔"

"شکریہ شکریہ۔" حمید نے خوشی کا اظہار کیا۔

"اچھا اب اتر جاؤ۔" فریدی نے ایک جگہ کیڈی روک دی۔ "اگر ممکن ہو تو آج ضیغم کے سرکس میں ضرور جانا۔"

"یہ بات کہی ہے آپ نے۔ اب میں اس کیس میں دل و جان سے دلچسپی لوں گا.... ہاہا ضیغم سے ٹکراؤ۔ مزہ آجائے گا۔ میں بہت عرصہ سے اس کی گردن توڑنے کی فکر میں ہوں۔"

"حمید! سنجیدگی سے میرا ایک مشورہ سنو۔ ضیغم سے بھڑنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری گردن کی ہڈیاں بھی بہت عزیز ہیں۔"

"آپ اس سے مرعوب ہو گئے ہیں۔"

"چلو یہی سمجھ لو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں ٹارزن یا زمبو کا بیٹا نہیں ہوں کہ ہر ایک پر غالب ہی آتا رہوں۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ سنگ ہی¹ جیسے کیڑے نے مجھے عاجز کر دیا تھا۔"

"خیر میں آپ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کروں گا۔" حمید نے کہا اور کیڈی سے اتر گیا۔

کیڈی فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

حمید چند لمحے سڑک کے کنارے ہی کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر کنکس لین کی طرف مڑنے کی

¹ سنگ ہی کی داستان کے لئے جاسوسی دنیا کے ناول "نیلی لکیر" اور "خونی بگولے" ملاحظہ فرمائیے۔

بجائے ایک قریبی ریستوران میں گھس گیا۔

اتوار ہونے کی وجہ سے ریستوران میں کافی بھیڑ تھی۔ حمید کو ایک بھی میز خالی نہ مل سکی۔ ویسے وہ یہاں بیٹھنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ زرینہ پرویز سے ملنے سے قبل ریستوران کے غسل خانے کے آئینے میں اپنے حلیے کا ایک بار جائزہ لے سکے۔

اس نے کاؤنٹر پر کھڑے ہی کھڑے ایک کپ چائے پی اور پیسے ادا کر کے سیدھا غسل خانے کی طرف چلا گیا۔

پھر شائد بیس منٹ بعد وہ باہر آیا۔ اس دوران میں اس نے اپنے چہرے اور بالوں کی خاصی مرمت کر لی تھی۔

یہاں سے کنکس لین کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے وہ پیدل ہی چل پڑا۔

ایک بج چکا تھا اور دھوپ کافی تیز تھی۔ لیکن اسکے باوجود بھی اس کی طبیعت جولانی پر تھی۔

کنکس لین کی اٹھارویں کوٹھی کے سامنے وہ رک گیا۔ وہ یہاں تک تو چلا آیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ اس سے ملے کس بہانے سے۔ اگر وہ گھر پر موجود نہ ہوئی تو پھر اسے کیا کرنا پڑے گا.... اگر اس کا باپ کوئی دقیانوسی قسم کا آدمی ثابت ہوا تو صورت حال کیا ہوگی۔ اسے اس سے قبل بھی کئی الٹرا موڈرن قسم کی لڑکیوں کے قدامت پسند والدین سے ملنے کا اتفاق ہو چکا تھا اور وہ اس سے اچھی طرح پیش نہیں آئے تھے۔

اور پھر وہ سوچ رہا تھا کہ "تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے۔"

اچانک اس کی نظر پائیں باغ کے ایک گوشے کی طرف اٹھ گئی۔ جہاں ایک بڑا سا سائن بورڈ ایک درخت کے تنے سے لٹک رہا تھا۔ اور اس پر "برائے فروخت" تحریر تھا۔

درخت کے نیچے بے شمار گملوں میں صدہا قسم کے پودے نظر آرہے تھے۔

اب "برائے فروخت" کا مفہوم اس پر واضح ہو گیا۔ اور ساتھ "تقریب بہر ملاقات" بھی سوجھ گئی۔

دوسرے لمحے میں وہ بے کھٹکے پائیں باغ میں داخل ہو رہا تھا۔ پھر وہ سیدھا وہیں جا کر رکا جہاں "برائے فروخت" کا بورڈ لٹک رہا تھا۔

"فرمایئے۔" اسے پشت سے کسی کی آواز سنائی دی اور وہ چونک کر مڑا۔ اس کے سامنے ایک

دبلا پتلا اور پست قد بوڑھا پلکیں جھپکا رہا تھا۔

حمید نے اس کے رکھ رکھاؤ سے اندازہ لگالیا کہ وہ کوٹھی کا مالک ہی ہو سکتا ہے۔

"مجھے یہ بورڈ یہاں لایا ہے۔ ویسے میں مس زرینہ سے واقف ہوں۔"

"تو فرمائیے نا آپ کیا چاہتے ہیں۔" بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیکوا کنڈا....!" حمید سنجیدگی سے بولا۔

"کیا....؟" بوڑھا اُسے گھورنے لگا۔

"کیکوا کنڈا....!" حمید کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

"یہ کیا بلا ہے؟"

"ارے آپ کیکوا کنڈا نہیں جانتے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "اوہ.... شائد آپ پودوں کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

"جی! کیا فرمایا۔" بوڑھا نتھنے پھلا کر بولا۔ "جناب میں پودوں پر اتھارٹی ہوں۔ مجھے ڈاکٹر پرویز کہتے ہیں۔"

"اوہ.... ڈاکٹر صاحب۔" حمید مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

"مجھے بھی ہوئی۔" بوڑھا اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "مگر کیچوا کنڈا....!"

"کیکوا کنڈا....!" حمید نے تصحیح کی۔ "مجھے حیرت ہے کہ کیکوا کنڈا سے متعلق لٹریچر آپ کی نظر سے نہیں گذرا۔ یہ آرچد کی ایک نسل سے تعلق رکھتا ہے اور گانگو کے خطے میں پایا جاتا ہے۔ ابھی حال ہی کی دریافت ہے۔"

"اوہ! تب بھی اُسے اس سال کی نباتات کی انسائیکلو پیڈیا میں ہونا چاہئے۔"

"ضرور ہوگا۔" حمید نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ نہیں ہے۔" بوڑھے نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"تو بہر حال کیکوا کنڈا آپ کی نرسری میں نہیں ہے۔"

بوڑھے نے اس کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اچھا زیور اس کا ہوگا۔"

"زیٹوراس کا....!" بوڑھا حیرت سے بڑبڑایا۔

"اوہ تو آپ زیٹوراس کا بھی علم نہیں رکھتے۔"

"ذرا ایک منٹ ٹھہریئے....!" بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ بھی کوئی غیر معروف قسم ہو۔"

"غیر معروف نہیں جناب! بہت ہی قیمتی ہے۔"

"اچھا تو میرے ساتھ آیئے۔ میں انسائیکلو پیڈیا میں دیکھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں پودوں کے کوئی اور بھی نام ہوں۔"

"ضرور دیکھئے.... لیکن میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان ناموں کے علاوہ اور کوئی نہیں۔" وہ دونوں پورچ سے گذر کر برآمدے میں آئے۔

اس نے ایک نوکر سے کہا۔ "زرینہ سے کہو کہ انسائیکلو پیڈیا لے کر آئے۔" نوکر جانے لگا۔

"ٹھہرو۔" بوڑھے نے کہا۔

نوکر رک گیا۔

"کیا کہو گے؟" اس نے اس سے پوچھا۔

"سائیکل کا پیڈل لے کر چلئے۔" نوکر نے نہایت سنجیدگی سے دست بستہ کہا۔

"دیکھا.... آپ نے۔" بوڑھا حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔

"انسائیکلو پیڈیا.... مائی ڈیئر۔" حمید نے نوکر سے کہا۔

"نہیں بنے گا سرکار مجھ سے۔" نوکر بیزاری سے بولا۔

"گنوار ہو تم....!" بوڑھا جھلا گیا۔ "میں خود ہی لاتا ہوں۔"

بوڑھا اٹھ کر چلا گیا۔

ادھر حمید بہت شدت سے بور ہو رہا تھا۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ بوڑھا نباتات کی انسائیکلو پیڈیا پر اتر آئے گا ورنہ وہ کبھی بے تکی نہ ہانکتا.... کیکوا کنڈا اور زیٹوراس کا خود اسی کی تخلیق تھے۔ حمید گلو خلاصی کی تدبیر سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک دروازے سے زرینہ برآمد ہوئی۔ حمید کو دیکھ کر ٹھٹکی پھر بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

"فرمایئے حمید صاحب۔" وہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔ "اب کون سی مصیبت نازل ہوئی آپ پر۔"

"مصیبت۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ "فی الحال مجھے اپنے ڈیڈی سے بچایئے۔"

"کیوں.... کیا ہوا۔"

"اوہ.... میں دراصل رات والے معاملے کے متعلق معذرت کرنے کے لئے آیا تھا کہ آپ کے ڈیڈی سے مڈبھیڑ ہو گئی اور اب وہ نباتات کی انسائیکلو پیڈیا لینے گئے ہیں۔"

"جناب! رات میں آپ کو نہیں جانتی تھی ورنہ اس طرح اُلو نہ بنتی۔ میں نے آپ کے فسانے بہت سنے ہیں۔"

"اوہ.... وہ تو سب ٹھیک ہے مگر.... انسائیکلو پیڈیا۔"

"ارے تو آخر گھبراہٹ کی کیا بات ہے۔ تھوڑی دیر تک اُن سے نباتات پر گفتگو کیجئے تب تک میں باہر چلنے کے لئے تیار ہو جاؤں گی۔ میں خود آپ سے ملتی۔ نہ جانے کیوں میں ایک بار پھر اُس بچے کو دیکھنا چاہتی ہوں.... بیچارہ.... نہ جانے کس بدنصیب نے ایسی حرکت کی ہے۔"

اتنے میں بوڑھا ایک موٹی سی کتاب بغل میں دبائے ہوئے واپس آ گیا۔

"کیکواکنڈا تو نہیں ملا جناب.... دوسرے کا کیا نام بتایا تھا۔" بوڑھے نے حمید سے کہا پھر زرینہ سے بولا۔ "اوہو.... کیا تم انہیں جانتی ہو۔"

"جی ہاں.... یہ محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر کیپٹن حمید ہیں۔" زرینہ مسکرا کر بولی۔

"محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر۔" بوڑھا پلکیں جھپکانے لگا۔

"جی ہاں.... آپ نے کرنل فریدی کا نام سنا ہوگا۔ یہ اُن کے اسسٹنٹ ہیں۔"

"کرنل فریدی۔" بوڑھا جلدی سے بولا۔ "اوہ ہاں ہاں۔ میں اُسے جانتا ہوں۔ وہ میرے مرحوم دوست.... کا لڑکا ہے۔ وہی فریدی نا۔"

"جی ہاں.... وہی۔" حمید بولا۔

"کیا آپ نے اسی کی زبان سے ان پودوں کے نام سنے ہیں۔"

"جی ہاں.... جی ہاں۔" حمید جلدی سے بولا۔

"تب تو یہ پھر ضرور ہوں گے۔ اس کا باپ افریقہ اور جنوبی امریکہ پر اتھارٹی تھا۔ کیا نام بتایا تھا دوسرے کا۔"

"زیتوراس...." حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

زرینہ مسکراتی ہوئی اندر چلی گئی اور حمید پودوں کے متعلق بکواس سن سن کر بور ہوتا رہا۔ لیکن کرتا بھی کیا۔ جب اس کی شامت آتی تھی تو وہ اسی قسم کی حماقتیں کر بیٹھتا تھا۔

پھر شائد آدھے گھنٹے کے بعد وہ زرینہ کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا اپنی گلو خلاصی پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا.... بوڑھے نے اس کے دماغ کی چولیں ہلا دیں تھیں۔

"آپ نے پچھلی رات جھوٹ کیوں بولا تھا۔" زرینہ نے حمید سے کہا۔ وہ خود کار ڈرائیو کر رہی تھی۔

"مصلحتاً....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اگر میں نہ کرتا تو لوگ میرا بھیجا چاٹ کر رکھ دیتے۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح جلد سے جلد وہاں سے چل دوں گا مگر آپ درمیان میں آکودیں۔"

"میں پچھلی رات ٹھیک سے سو نہیں سکی۔" زرینہ نے کہا۔ "مجھے بار بار بچے کا خیال آتا تھا اور ساتھ ہی آپ کی دشواریاں بھی سامنے آجاتی تھیں۔ مگر آپ حمید صاحب۔" وہ ہنسنے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "مگر آپ کی ایکٹنگ کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آپ سچ مچ ایک بے ماں کے بچے کے باپ معلوم ہو رہے تھے۔"

"اور اب میں اس وقت خود کو ایک لاوارث بچہ محسوس کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"پتہ نہیں....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"تو اب آپ لوگ بچے کے والدین کی تلاش میں ہوں گے۔" زرینہ نے پوچھا۔

"ہاں.... صاحب خواہ مخواہ ایک بلا سر پر پڑی ہے۔ اب اسے بھگتنا ہی پڑے گا۔"

"مجھے سراغ رسانی کا بہت شوق ہے اور میں اس کیس میں آپ کا ہاتھ بٹا سکتی ہوں۔"

"آپ کس طرح ہاتھ بٹائیں گی۔"

"آپ لوگوں کے گھروں کے اندر تو گھس نہیں سکیں گے۔ میں یہ کام نہایت آسانی سے انجام دے سکوں گی۔ ہمیں دراصل ایک ایسی عورت تلاش کرنی ہوگی جو آج ہی کل میں زچگی سے فارغ ہونے کے باوجود بھی گود خالی رکھتی ہو۔"

"ایسی سینکڑوں مل جائیں گی۔" حمید نے کہا۔ "جو کل فارغ ہوئی ہوں گی اور آج ان کی

گودیں بھی خالی ہو گئی ہوں گی۔"

"اوہ.... تو اس کا پتہ لگانا بھی مشکل نہ ہو گا۔ پڑوسی کم از کم یہ تو بتا ہی دیں گے کہ اس کے بچے کا انتقال ہو چکا ہے.... مگر اصل مجرمہ کسی حال میں بھی نہ چھپ سکے گی۔"

"لیکن اس مہم کا اختتام شائد چھ ماہ بعد ہو گا۔" حمید بولا۔ "شہر میں لاکھوں مکان ہیں۔"

"بہر حال میں مجرموں کا پتہ لگا کر انہیں معقول سزا دلوانا چاہتی ہوں۔"

حمید آستین سرکا کر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "تین بجنے والے ہیں۔ کیوں نہ ہم اسٹار سرکس کے پروگرام دیکھیں۔ آج اتوار ہے ایک شو ساڑھے تین بجے بھی ہو گا۔"

"یک بیک سرکس کی کیسے سوجھ گئی۔"

"سرکس میں کئی لڑکیاں ہیں۔ اگر آپ کو سراغ رسانی کا شوق ہے تو وہاں پتہ لگانے کی کوشش کیجئے گا کہ اصل مجرمہ کون ہے؟"

"کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہیں.... حمید صاحب۔"

"نہیں میں قطعی سنجیدہ ہوں۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

کوٹ لے گیا

سرکس سے واپسی پر حمید زرینہ کو ہائی سرکل نائٹ کلب لے گیا۔ لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آسکی کہ فریدی نے اسے اسٹار سرکس جانے کے لئے کیوں کہا تھا۔ وہاں کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ حتیٰ کہ ضیغم بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔

نائٹ کلب کی دلچسپیاں شباب پر تھیں۔ اس لئے حمید نے یہ سوچنا ہی ترک کر دیا کہ فریدی نے اسے سرکس کے لئے کیوں تاکید کی تھی۔

نائٹ کلب کے منیجر نے حمید کی شکل دیکھتے ہی جھرجھری سی لی لیکن پھر اس کے ساتھ بکرے کی بجائے ایک لڑکی دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ وہ حمید سے بہت زیادہ خائف رہتا تھا۔ اور وہ تھا بھی کچھ اسی قسم کا آدمی کہ بچے اس کے پیچھے تالیاں بجا سکتے تھے۔ یعنی اس کی شخصیت میں بھاری پن بالکل نہیں تھا۔

حمید اور زرینہ ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔

"آپ تھک گئی ہیں شائد۔" حمید بولا۔

"تنہا ہوتی تو ضرور تھک جاتی۔ لیکن آپ کی گفتگو تھکن محسوس کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی۔"

"پتہ نہیں کیوں آپ کے ڈیڈی مجھے بہت اچھے لگے ہیں۔"

"ڈیڈی کی پسندیدگی کا شکریہ۔" زرینہ ہنس پڑی۔ پھر ادھر اُدھر دیکھ کر بولی۔ "وہ آدمی آپ کو بہت بُری طرح گھور رہا ہے۔"

"کون....!" حمید چونک کر دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔ "کیا آپ اُسے نہیں جانتیں۔"

"نہیں.... میں یہاں پہلی بار آئی ہوں۔"

"یہ یہاں کا منیجر ہے.... اور میں اسے مہابور کہتا ہوں۔ اسے شعر سنانے کا خبط ہے اور میں اس کے ساتھ عموماً بہت ہی غیر شاعرانہ قسم کی حرکتیں کیا کرتا ہوں۔"

"مثلاً....!"

"کبھی کبھی میں اپنا بکرا یہاں لے آتا ہوں۔"

"بکرا....!" زرینہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... میں نے کتے کے بجائے بکرا پال رکھا ہے۔ نجس بھی نہیں ہوتا اور وقت ضرورت ذبح کر کے کھایا بھی جاسکتا ہے۔"

"اور آپ کو شرم نہیں آتی.... کیا ساتھ لئے پھرتے ہیں۔"

"کیا کروں مجبوری ہے۔ تنہائی گراں گذرتی ہے اس لئے بکرا ہی سہی۔ ان عورتوں کو شرم کیوں نہیں آتی جو کتے ساتھ لئے پھرتی ہیں۔"

"تنہائی گراں گذرتی ہے تو شادی کیوں نہیں کر لیتے۔"

"اپنی طرف شادی بیاہ کا رواج نہیں ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا ہوا بولا۔

"کس سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں آپ۔" زرینہ نے شوخی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بنجر آباد.... نام ہے اس سرزمین کا۔ وہاں دور دور تک عورتوں کا پتہ نہیں۔ عقیدہ لوگوں کا یہ ہے کہ جس گھر میں عورت ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ایک بار ایک آدمی نے غلطی سے شادی کر لی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر سال ایک نیا بھوت اس کے پیچھے لگ جاتا تھا۔ بارہ

سال میں ایک درجن بھوتوں نے اس کے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے۔ وہ پاگل ہو کر سڑکوں پر بھونکتا پھرتا تھا۔"

زرینہ ہنسنے لگی اور حمید بکتا رہا۔ "بنجر آباد ایک آزاد علاقہ ہے۔ وہاں عورتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ صرف مرد بستے ہیں۔"

"اور ان کے مرتے ہی بستی ویران ہو جائے گی۔" زرینہ نے کہا۔

"اب جو کچھ بھی ہو۔"

"نہیں سنجیدگی سے بتایئے کہ آخر آپ لوگ شادی کیوں نہیں کرتے۔ خصوصاً فریدی صاحب۔"

"کوئی پوچھتا بھی ہے ہم لوگوں کو۔" حمید نے دردناک لہجے میں کہا اور ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔

"اوہ.... کھانا نہیں.... کھانا گھر ہی پر کھاؤں گی۔" زرینہ نے کہا۔

"آج باہر ہی سہی.... نہیں تکلف کی ضرورت نہیں۔" حمید نے کہا۔ پھر بڑبڑانے لگا۔ "ارے یہ بور تو ادھر ہی آرہا ہے۔"

"کون....!" زرینہ چونک کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"منیجر! اب اس سور کی غزل سننی ہی پڑے گی۔"

"آنے دیجئے.... تفریح رہے گی۔" زرینہ ہنس کر بولی۔

"آداب بجالاتا ہوں کپتان صاحب۔" منیجر میز کے قریب پہنچ کر بولا۔

"آخاہ! مزاج تو اچھے ہیں۔ بیٹھئے بیٹھئے۔" حمید نے سر کی جنبش سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"بہت دنوں بعد نیاز حاصل ہوئے۔"

"کون؟ نیاز....!" حمید نے حیرت کا اظہار کیا۔ "نہیں وہ تو پرسوں بھی ملا تھا۔"

منیجر احمقوں کی طرح ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ تو بقول شاعر....!"

"ٹھہریئے ٹھہریئے۔" حمید جلدی سے بولا۔ "ایک ضروری بات یاد آگئی۔ کل میرے لئے ایک میز مخصوص رکھئے گا۔ کل میرے ساتھ برخوردار بغراخاں بھی آئے گا۔"

"میں دست بستہ معافی چاہتا ہوں جناب عالی.... اب یہاں کتے بھی نہیں آتے کیا آپ کی نظر نوٹس بورڈ پر نہیں پڑی۔"

"کل بھی میری نظر نوٹس بورڈ پر نہیں پڑے گی.... آپ بے فکر رہئے۔"

"آپ نے وعدہ کیا تھا۔" منیجر بے بسی سے بولا۔

"یہ ۵۴ء کی بات ہے۔"

"دیکھئے پریشان نہ کیجئے۔ میرا بڑا نقصان ہو جاتا ہے۔"

"ایک شرط پر میں آپ کی بات مان سکتا ہوں۔"

"کس شرط پر۔"

"کوئی ایسا واقعہ سنایئے جس پر یقین نہ آئے۔"

"جی....!" منیجر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

زرینہ کا بُرا حال تھا۔ وہ دانتوں میں رومال دبائے ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ہاں جلدی سے سنایئے۔" حمید بولا۔

"مجھے کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں آرہا ہے۔" منیجر مردہ سی آواز میں بولا۔

"یاد نہیں آرہا ہے.... تو آپ کوئی سچا واقعہ یاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سچی بات پر کسے یقین نہ آئے گا۔ میں تو ایسی بات سننا چاہتا ہوں جس پر یقین نہ آئے۔"

منیجر چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر جھلا کر بولا۔ "میں گدھی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔"

"مجھے یقین ہے۔" حمید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور زرینہ بے ساختہ پھوٹ پڑی۔

منیجر پر بیک وقت شرمندگی اور جھنجھلاہٹ کا حملہ ہوا اور اس کی شکل حد درجہ مضحکہ خیز نظر آنے لگی۔ وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے اٹھا اور سیدھا اپنے آفس کی طرف چلا گیا۔

زرینہ اب تک ہنسے جارہی تھی۔

"واقعی حمید صاحب.... کمال کے آدمی ہیں آپ۔" اس نے کہا۔

"کیا کروں.... یہ نہ کرتا تو اس کمبخت کی کئی غزلیں زہر مار کرنی پڑتیں۔"

"کہیں وہ بیاض لینے کے لئے نہ گیا ہو۔" زرینہ بولی۔

"فکر نہیں.... بیاض سمیت اسے کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانی پڑے گی۔"

اتنے میں ویٹر نے میز پر کھانا چن دیا.... کھانے کے دوران میں زیادہ تر خاموشی ہی رہی۔

اب حمید کا ذہن پھر موجودہ کیس کے سلسلے میں بھٹکنے لگا تھا۔ سب سے زیادہ اُلجھن اسے اس بات

کی تھی کہ آخر فریدی نے اسے سرکس دیکھنے کے لئے کیوں بھیجا تھا اور غالباً وہ بھی چاہتا تھا کہ زرینہ بھی وہاں لے جائی جائے۔ اسی لئے اس وقت اس نے سرکس کے لئے کہا تھا۔ جب وہ کنکس لین جانے کے لئے کیڈی سے اتر رہا تھا۔

کھانے کے بعد زرینہ نے کہا کہ اب وہ گھر واپس جائے گی۔ نو بجنے کے بعد وہ گھر سے باہر رہنے کی عادی نہیں۔ حمید نے بھی یہی سمجھا کہ اب اسے جانے ہی دے۔ وہ کلب کے منیجر سے دوبارہ چھیڑ چھاڑ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

زرینہ چلی گئی اور حمید وہیں بیٹھا پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ اچانک اس نے اپنے قریب ہی کئی زور دار قہقہے سنے۔ وہ چونک کر مڑا۔ قریب ہی کی ایک میز پر تین آدمی بُری طرح ہنس رہے تھے اور ایک نوجوان ان کے قریب کھڑا ہوا جھینپے ہوئے انداز میں اپنے چمکدار دانتوں کی نمائش کر رہا تھا۔

"تمہاری مونچھیں کہاں گئیں۔" ایک نے پوچھا۔

"ارے یار خارش ہو گئی تھی۔" نوجوان بیٹھتا ہوا بولا۔

"کہاں....!" وہ آگے جھک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر سیدھا ہو کر بولا۔

"کیوں اڑاتے ہو.... ساری جلد سپاٹ اور بے داغ پڑی ہے۔ بھئی اتنی شاندار مونچھوں کی صفائی مجھے تو بہت گراں گذری ہے۔"

"کسی عورت کی عنایت معلوم ہوتی ہے۔ آج کل کی عورتیں بڑی مونچھیں قطعی نہیں پسند کرتیں۔" دوسرے نے کہا اور معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔

"یار و یقین کرو۔" نوجوان بے بسی سے بولا۔

"کر لیا یقین.... اچھا یہ بتاؤ وہ عورت کون ہے۔"

"کوئی نہیں یار.... خارش ہو گئی تھی۔"

"جھوٹ کی حد ہوتی ہے۔ اچھا ختم کرو! ہمیں کیا۔" ایک نے کہا۔

"کیا پرسوں تک خارش نہیں تھی۔" دوسرا بول پڑا۔

"نہیں تھی! کبھی نہیں تھی۔" نوجوان جھنجھلا گیا۔ "مونچھیں میری تھیں یا تمہاری تھیں۔"

"اماں تو خفا کیوں ہوتے ہو۔ بولو کیا پیو گے۔ پتہ نہیں وہ عورت ہے یا جنت کی حور جس کا

تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔"

"خود ہی سمجھ لو۔" نوجوان لاپروائی سے بولا۔

"ملاؤ گے نہیں؟"

"کوئی گری پڑی عورت نہیں ہے۔ بس اب اس سے آگے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ کہو تو بیٹھوں تمہارے ساتھ ورنہ اٹھ کر چلا جاؤں۔"

"آج کیا ہو گیا ہے میرے شیر کو۔" ایک نے دوسرے کو مخاطب کر کے کہا۔

"چھوڑو بھی یار کیوں بور کر رہے ہو بیچارے کو۔"

"بھئی اب نہ بولیں گے۔" ان میں سے ایک نے ویٹر کو بلا کر شراب کا آرڈر دیا۔

حمید کا ذہن قلابازی کھانے لگا.... وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ وہی آدمی نہ ہو جس کی انہیں تلاش تھی۔ اس کا حلیہ بھی قریب قریب یہی بتایا گیا تھا۔ بڑی اور گھنی مونچھیں بیضوی چہرہ گھونگھریالے بھورے بال۔ اور ٹھوڑی میں خفیف سا گڑھا۔ لیکن اب اس کے چہرے پر مونچھیں نہیں تھیں۔ ممکن ہے پہچان لئے جانے کے خوف سے اس نے مونچھیں صاف کرا دی ہوں۔ بڑی مونچھیں رکھنے والوں کی شخصیت میں سب سے نمایاں چیز مونچھیں ہی ہوتی ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے برسوں تک اس کے چہرے پر مونچھیں دیکھی تھیں۔ پچھلی رات کو یہ واقعہ ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے آج ہی مونچھوں کی صفائی کی ہو۔

حمید سوچتا رہا لیکن پھر اسے اپنے اس خیال پر ہنسی آنے لگی۔ وہ پھر سوچنے لگا کہ اگر اسی طرح مجرم ہاتھ آنے لگیں تو پھر جاسوسی ناولوں اور حقیقی زندگی میں فرق ہی کیا رہ جائے.... گویا وہ اس وقت یہاں اسی لئے آیا تھا کہ اصلی مجرم سے مڈبھیڑ ہو جائے.... حمید لاحول پڑھتا ہوا آج شام کے اخبار کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ادھر شراب آگئی تھی اور وہ چاروں پی پی کر ڈینگیں مارنے لگے تھے۔

"تم کیا جانو.... ایڈونچر کسے کہتے ہیں۔" نووارد نوجوان نے کہا۔ "میں نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ سنو تو پسینہ آجائے۔"

"نہیں سننا چاہتے بھائی۔" ان میں سے ایک بے ڈھنگے پن سے ہنستا ہوا بولا۔ "تم بتاؤ وہ بکری کون ہے جو تمہاری مونچیں چبا گئی۔ مجھ سے نہ چھپاؤ پیارے۔ ورنہ میں تمہارے سسرال والوں کو

خط لکھ دوں گا۔"

"اماں بھائی.... خدا قسم۔" دوسرا بولا۔ "یہ سسرال کیا ہے۔ اسے سسرال کیوں کہتے ہیں۔"

وہ سب گھٹیا قسم کی بے تکی گفتگو کر رہے تھے لیکن نووارد ذہین بھی معلوم ہوتا تھا اور تعلیم یافتہ بھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس کا تعاقب کرنے میں کیا حرج ہے۔ ہو سکتا ہے یہ وہی ہو جس کی انہیں تلاش تھی۔ فی الحال دو باتیں تو اس میں پائی جاتی تھیں۔ اس کے بال بھی گھونگھریالے تھے۔ ان کی رنگت بھوری تھی اور ٹھوڑی میں خفیف سا گڑھا۔ مونچھوں کے متعلق تو وہ سن ہی چکا تھا۔ یقیناً مونچھیں بڑی شاندار رہی ہوں گی ورنہ اتنی کڑی تنقید نہ کی جاتی۔

حمید نے تہیہ کر لیا کہ اس کا تعاقب ضرور کرے گا۔ اس نے ویٹر کو بلا کر کھانے کا بل ادا کیا اور دوبارہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد نووارد اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر اٹھ گیا۔ انہوں نے اس کو روکنا چاہا مگر اُس نے شائد کسی ضروری کام کا بہانہ کیا۔ حمید نے اس کا جملہ نہیں سنا لیکن وہ ریمارک ضرور سنے جو اس جملے پر دیئے گئے تھے جن کا مقصد وہی "مرغے کی ایک ٹانگ" تھا۔ یعنی ضرور کوئی نئی عورت ہے جس کے چکر میں مونچھیں بھی گنوائیں اور اب دوستوں کی دل شکنی بھی کی جا رہی ہے۔

اُس کے ساتھی کافی پی گئے تھے لیکن وہ خود زیادہ نشے میں نہیں تھا۔ نہ تو اس کے قدموں ہی میں لغزش تھی اور نہ آنکھوں ہی سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے شراب پی رکھی ہے۔ حالانکہ اس نے بھی کئی پگ لئے تھے۔

وہ باہر نکل ہی رہا تھا کہ حمید بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ نووارد باہر کھڑی ہوئی ایک کار میں بیٹھ گیا اور حمید سوچنے لگا کہ یہ بہت بُرا ہوا۔ لیکن اُسے فوراً یاد آ گیا کہ ٹیکسیوں کا اڈہ کلب کی کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے سامنے ہی ہے۔ قبل اس کے کہ وہ اپنی کار اسٹارٹ کرتا حمید تیزی سے چلتا ہوا پھاٹک سے گذر گیا۔ اس کا رخ ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف تھا۔ دو تین ٹیکسیاں کھڑی دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

اور پھر جب تک وہ کار پھاٹک سے باہر آتی حمید ایک ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا۔ تعاقب شروع ہو گیا۔ سڑک پر ٹریفک کی زیادتی تھی لیکن ٹیکسی ڈرائیور کافی ہوشیار معلوم ہوتا تھا۔ اس نے اپنی ٹیکسی اس کار کے پیچھے لگائے ہی رکھی۔

اگلی کار والا جلدی میں نہیں معلوم ہو تا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ فضا کی خنکی سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہو۔ اس کی کار آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ دیدہ دانستہ ایسانہ کر رہا ہو۔ کہیں اسے اس تعاقب کا علم نہ ہو گیا ہو۔

ٹیکسی کے اندر کی روشنی اس نے پہلے ہی گل کرادی تھی۔

لیکن پھر تھوڑی ہی دیر بعد حمید کو اپنا خیال بدل دینا پڑا۔ اگر اسے تعاقب کا علم ہو تا تو وہ اسے آزمانے کی کوشش کرتا۔ اپنی کار کسی سنسان سڑک یا گلی میں موڑ دیتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ایسی ہی سڑکوں سے اس کی کار گذر رہی تھی جن پر بہت زیادہ ٹریفک تھا۔

حمید بار بار کلائی کی گھڑی دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ حماقت نہ کر رہا ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد کار کا رخ موڈل ٹاؤن کی طرف ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی خوبصورت بستی تھی۔ یہاں چالیس یا پچاس چھوٹے چھوٹے بنگلے تھے اور ان میں زیادہ تر متمول لوگ رہتے تھے۔

ہیڈ لائیٹس بجھا دو۔'' حمید نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

''چالان ہو جائے گا صاحب۔'' ڈرائیور بولا۔

''فکر نہ کرو.... میں سپاہی کو کچھ دے دلا کر ٹھیک کرلوں گا۔''

اگلی کار موڈل ٹاؤن میں داخل ہو رہی تھی۔ پھر وہ ایک بنگلے کے سامنے رک گئی۔

حمید نے ٹیکسی ڈرائیور سے رو کنے کو کہا اور اس کے ہاتھ میں دس کا نوٹ پکڑا کر اترتا ہوا بولا۔ ''یہیں پر میرا انتظار کرنا.... جانا نہیں.... سمجھے میرا تعلق پولیس سے ہے۔ چلے گئے تو زحمت میں پڑو گے۔ ٹیکسی کا نمبر مجھے زبانی یاد ہے۔''

''اچھا صاب۔''

حمید آگے بڑھ گیا۔ سڑک پر اندھیرا تھا۔ اگلی کار سے اترا ہوا آدمی شائد بنگلے کا پھاٹک کھول رہا تھا۔ پھر اس نے پھاٹک کو دھکیل کر اس کے پٹوں کو ادھر اُدھر کرتے ہوئے اسے دیکھا۔ حمید سمجھ گیا کہ وہ یہیں رہتا ہے اور اب کار کو بھی اندر لے جائے گا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس نے محسوس کیا جیسے وہ کسی سے لڑ پڑا ہو۔ وہ اُس کی آواز اچھی طرح پہچانتا تھا۔ غصیلی آواز گالیوں میں تبدیل ہو گئی۔ پھاٹک کے اندر دو آدمی ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حمید ابھی کوئی فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ ایک نے دوسرے کو

زمین پر گرادیا۔

"خبر دار یہ کیا ہو رہا ہے۔" حمید چیخ کر آگے بڑھا۔ دوسرا آدمی جو اپنے شکار کو دبائے ہوئے تھا اچھل کر بھاگا.... اور غالباً یہ معجزہ ہی تھا کہ حمید سے ٹکرانے کے باوجود بھی اس کی گرفت میں نہ آیا۔ حمید جھونجھل میں آکر گرتے گرتے بچا۔ ابھی سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ اس نے قریب ہی کہیں موٹر سائیکل اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔

دوسرا آدمی پھاٹک میں کھڑا پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا۔

"لے گیا.... میرا کوٹ لے گیا۔"

حمید نے جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی۔ یہ وہی آدمی تھا جس کا تعاقب کرتا ہوا وہ یہاں تک پہنچا تھا۔

سڑک کے کنارے

"کون ہو تم....!" وہ جھلا کر حمید پر جھپٹ پڑا۔

"راہگیر ہوں بھائی.... تمہیں لڑتے دیکھ کر رک گیا تھا۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ شائد میں پاگل ہو گیا ہوں۔" اس نے کہا اور اپنی کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر دیا۔ اب وہ اپنی کار اسی طرف موڑ رہا تھا جدھر سے موٹر سائیکل کی آواز آرہی تھی۔

حمید بھی لپک کر ٹیکسی میں جا بیٹھا۔

"ابھی ٹھہرو....!" اس نے ڈرائیور سے کہا۔ "اس گاڑی کو کچھ دور نکل جانے دو۔"

اگلی کار بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ حمید نے بھی رفتار تیز کرادی۔ لیکن اس بار ٹیکسی کی ہیڈ لائیٹس روشن تھیں خود حمید نے ڈرائیور کو خاص طور سے ہدایت دی تھی کہ اب ہیڈ لائیٹس نہ بجھائی جائیں۔

اس کی نظر اگلی کار پر تھی اور کان موٹر سائیکل کی آواز پر۔

پھر اچانک موٹر سائیکل کی آواز غائب ہو گئی اور ساتھ ہی حمید نے اپنی اسکیم بدل دی۔ اب وہ اُس کا تعاقب نہیں جاری رکھنا چاہتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس بنگلے کی تلاشی لی جائے ہو سکتا ہے کہ اس آدمی کے خلاف کوئی ثبوت ہی ہاتھ آجائے۔ اس نے سوچا کہ بنگلہ یقیناً خالی

ہو گا۔ شائد وہاں نوکر بھی نہ ہوں۔ اگر نوکر ہوتے تو وہ خود ہی پھاٹک کھولنے کی زحمت گوارا نہ کرتا۔ بلکہ کار کا ہارن بجا کر نوکروں کو بلاتا۔

"ڈرائیور! ٹیکسی پھر اسی طرف موڑلو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"جی صاب۔"

"ٹیکسی گھمالو۔ پھر واپس چلیں گے۔ تم فکر نہ کرو تمہیں مناسب اجرت دی جائے گی۔"

ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار کم کر کے اسے سمت مخالف میں موڑ لیا۔

"اب جتنا تیز چل سکتے ہو چلو۔ ہمیں وہیں جانا ہے جہاں پہلے ٹیکسی روکی تھی۔"

ٹیکسی فراٹے بھرنے لگی۔ حمید مڑ مڑ کر دیکھتا جا رہا تھا۔ مگر دور دور تک کسی دوسری کار کا پتہ نہیں تھا۔

اسے کوٹ والے مسئلے پر حیرت تھی۔ آخر وہ اس کا کوٹ اتار کر کیوں لے بھاگا اور پھر کوٹ کے متعلق اس آدمی کی بدحواسی۔

اگر کوٹ کی جیب میں کوئی بھاری رقم تھی تو جسم سے کوٹ اتارنے کے مقابلے میں جیب سے صرف رقم نکال لینا نسبتاً زیادہ آسان تھا۔ آخر حملہ آور نے کوٹ اتارنے کی زحمت کیوں گوارا کی۔

واقعی یہ ایک بہت بڑی گتھی تھی جسے سلجھانا بظاہر آسان کام نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"ٹھیک! بس یہیں روک دو۔" اس نے تھوڑی دیر بعد ڈرائیور سے کہا۔

ٹیکسی رک گئی۔ حمید نے اترتے وقت پھر ایک دس کا نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور آہستہ سے بولا۔ "سی روڈ پر سمر کوٹیج کے سامنے میرا انتظار کرو۔"

ٹیکسی چلی گئی اور حمید بنگلے کیطرف بڑھا۔ پھاٹک اب بھی کھلا ہوا تھا اور اندر گہری تاریکی تھی۔

حمید بے دھڑک اندر گھستا چلا گیا۔ برآمدے میں بھی اندھیرا اور سناٹا تھا۔ حمید چند لمحے آہٹ لیتا رہا پھر آگے بڑھا۔ ہینڈل گھما کر صدر دروازے کو دھکا دیا.... اور دروازہ کھل جانے پر سخت حیرت ہوئی۔ اسے توقع تھی کہ اسے کسی کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر داخل ہونا پڑے گا۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک ایسی عمارت جس میں کوئی موجود نہ ہو مقفل نہ ہو گی۔ وہ دروازہ بند کر کے پیچھے ہٹ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اندر کسی سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں پریشانیوں میں مبتلا

ہو سکتا تھا کیونکہ تلاشی کا یہ طریقہ قطعی غیر قانونی تھا۔

ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ اندر قدموں کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور حمید تاریکی میں سرک گیا۔ کوئی باہر ہی کی طرف آ رہا تھا۔ حمید ایسی صورت میں برآمدے سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔ تاروں کی چھاؤں میں دیکھ لئے جانے کا خطرہ تھا۔

کوئی دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے حمید صرف آہٹ ہی سے اُس کا اندازہ لگا سکا تھا۔ دوسرے لمحے میں اس نے روشنی کی ایک باریک سی لکیر دروازے پر پڑتی دیکھی اور پھر ایک ہاتھ دکھائی دیا جس میں کوئی نکیلا اور باریک سا اوزار تھا۔

پھر اسے یہ سمجھ لینے میں دیر نہیں لگی کہ وہ آدمی کس قسم کا ہو سکتا ہے۔ یقیناً وہ بھی چوری چھپے اس مکان میں داخل ہوا تھا اور اب اس اوزار کی مدد سے دوبارہ قفل بند کرنے جا رہا تھا۔

حمید نے سوچا کہ اب اس کا تعاقب کرنا فضول ہی ہے۔ کیوں نہ اسے اس حال میں پکڑ لے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک غیر قانونی حرکت کر رہا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ بھی اسی آدمی کے ساتھیوں میں سے رہا ہو جو مالک مکان کا کوٹ اتار کر لے بھاگا تھا۔

"ٹھہرو....!" حمید آہستہ سے بولا۔ "میرے ہاتھ میں.... ریوالور ہے.... دوست!"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس آدمی پر اس کی دھمکی کا مطلق اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور اپنے کام میں مشغول رہا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو" حمید نے سخت لہجے میں کہا۔

"میرے ہاتھ خالی نہیں ہیں۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور حمید کے ہوش ٹھکانے ہو گئے.... آواز فریدی کی تھی۔ وہ خود کو بالکل گھامڑ محسوس کرنے لگا۔ پھر اس نے دوسری بار فریدی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ "چلے آؤ چپ چاپ۔"

اس نے باہر تاروں کی چھاؤں میں ایک دھندلا سایہ دیکھا اور بجھے ہوئے دل کے ساتھ اس کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دونوں باہر آئے۔

"میں تم پر فخر کروں یا یہ محض اتفاق تھا۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"نہیں مجھ پر فخر ہی کیجئے۔ کیونکہ میں آج کل دھمکی دینے کے بعد ہی ٹانگ پر گولی مار دیتا

ہوں۔ بلکہ بعض حالات میں پہلے فائر کردیتا ہوں دھمکی بعد میں دیتا ہوں۔"

"شکر کرو میں تھا کوئی دوسرا ہوتا تو تم اس وقت کہیں اور ہوتے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"اگر آپ بول نہ دیتے تو حقیقت واضح ہو جاتی۔"

"بکواس مت کرو۔ تمہارے پاس ریوالور نہیں ہے۔"

"ہے کیوں نہیں۔"

"اچھا اسی پر ایک ایک ہزار کی شرط رہی۔"

حمید اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ وہ سڑک پار کر کے دوسری طرف نکل آئے تھے۔

"تمہاری آواز میں وہ وزن نہیں تھا جو سچ بولتے وقت ہونا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کہتا رہا۔ "ذرا کھوپڑی استعمال کیا کرو۔ ایسے مواقع پر یا تو خاموشی سے حالات کا جائزہ لینا چاہئے یا پھر اتنی پھرتی سے حملہ کر دینا چاہئے کہ دوسرے کو سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ مگر فرزند تم ادھر کیسے آ نکلے۔"

"ٹھہریئے بتاتا ہوں.... کیا گاڑی لائے ہیں آپ۔"

"ہاں.... وہ ڈی روڈ پر ہے۔"

"اچھا پھر میں پہلے اپنی ٹیکسی کا تصفیہ کرلوں۔ آپ ساتھ ہی چلیں گے نا۔"

"قطعی....!"

وہ سی روڈ پر آئے یہاں حمید نے ٹیکسی والے کو کچھ اور رقم دے کر رخصت کر دیا۔ پھر ڈی روڈ پر وہ کیڈی لاک میں بیٹھ گئے۔

"ہاں تم نے بتایا نہیں کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے۔"

حمید نے اپنی داستان شروع کر دی اور جب کوٹ والے واقعے پر پہنچا تو فریدی بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔

"یہ بڑی عجیب بات ہے۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "کہیں اس نے یونہی نہ کہہ دیا ہو کہ وہ اس کا کوٹ لے بھاگا ہے۔"

"نہیں.... میں نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا تھا اس کے جسم پر کوٹ نہیں تھا۔ حالانکہ اُس سے تھوڑی ہی دیر قبل جب میں نے اسے کلب میں دیکھا تھا اس کے جسم پر کوٹ موجود تھا۔"

''حمید تم نے غلطی کی۔ تمہیں موٹر سائیکل کا تعاقب کرنا چاہئے تھا۔''

''میرے کاموں میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی خامی رہ جاتی ہے۔'' حمید خوشگوار لہجے میں بولا۔

''نہیں کہنے کا یہ مطلب نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے پہلے ہی سے اس کا علم نہ ہوتا تو تم کوئی ڈھنگ کا کام کر کے واپس لوٹتے.... خیر....!''

''آپ کو کیسے علم ہوا تھا۔''

''محض مونچھوں کے تذکرے پر۔ تم جانتے ہو وہ کون ہے۔''

''نہیں.... میں اس کا نام تک نہیں جانتا۔''

''اس کا نام رشید ہے.... اور وہ خاور کی ایک آئرن فیکٹری کا منیجر ہے۔''

''خاور کی فیکٹری کا منیجر۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''ہاں.... اور آج جب میں خاور کے بعض آدمیوں سے مل رہا تھا مجھے اس کی مونچھوں کا قصہ معلوم ہوا۔ ایسی شاندار مونچھوں پر استرا چلوانا کوئی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ اسی بناء پر میں نے اس کے مکان کی تلاشی لینے کا پروگرام بنایا۔ لیکن مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے اس کیس پر روشنی پڑتی ہو۔ البتہ میں اس کی ایک ایسی تصویر لئے جا رہا ہوں جس میں مونچھیں ہیں۔''

''اوہ تو اس سے بھی تصدیق ہو جائے گی۔ راجر اسٹریٹ والے اسے پہچان لیں گے۔''

فریدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ ''مگر یہ کوٹ والا معاملہ۔''

لیکن اس نے جملہ پورا نہیں کیا۔ پھر تھوڑے دیر تک خاموشی رہی۔

''آخر آپ نے مجھے سرکس کیوں بھیجا تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''محض تمہیں اور زرینہ کو ساتھ دیکھنے کیلئے۔'' فریدی ہنسنے لگا۔ ''کافی اچھے لگ رہے تھے تم دونوں۔ مگر میں نے دو کینہ توز آنکھیں بھی دیکھی تھیں جو تمہیں شبہ کی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔''

''کس کی آنکھیں تھیں؟''

''ضیغم کی....!''

''اس کا زرینہ سے کیا تعلق....!''

''زرینہ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں تمہاری بات کر رہا تھا۔''

''وہ مجھے کینہ توز نظروں سے کیوں دیکھ رہا تھا۔''

"اوہ.... کیا تمہارے دل میں اس کے خلاف کینہ نہیں۔"

"ہے لیکن کسی خاص وجہ سے نہیں۔ مجھے اس کی لاف و گزاف پسند نہیں۔"

"کچھ بھی ہو وہ تمہیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہا تھا۔"

"لیکن وہ مجھے کہیں بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔"

"وہ چھپ کر تمہاری نقل و حرکت کا جائزہ لے رہا تھا اور میں نے تمہیں وہاں دراصل اسی لئے بھیجا تھا کہ میں ضیغم پر اس کا رد عمل دیکھ سکوں۔ اس کی صبح والی گفتگو کو میں نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ لیکن اب سوچ رہا ہوں کہ اس کا اس معاملے میں کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔"

"کیوں! آپ نے صبح والی گفتگو کو کوئی اہمیت کیوں نہیں دی تھی۔"

"وہ اس وقت دراصل نشے میں تھا اور نشے میں وہ ہمیشہ بہت ہی لمبی چوڑی ڈینگیں مارا کرتا ہے۔"

"مگر میں کیسے سمجھ لوں کہ وہ نشے میں ہونے کی وجہ سے بہکا ہوا تھا۔" حمید نے کہا۔ "کیونکہ خاور کے معاملات پر اس نے کافی مدلل قسم کی گفتگو کی تھی۔"

"میں ان شیخیوں کے بارے میں کہہ رہا تھا جو اس نے اپنے جرائم کے سلسلے میں بگھاری تھیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ محض شیخیاں ہی نہ ہوں۔" حمید نے کہا۔ "اس کی شخصیت میری نظروں میں ہمیشہ مشتبہ رہی ہے۔"

"میں بھی اُسے شبہہ کی نظر سے دیکھتا رہا ہوں۔ لیکن حمید صاحب سب سے بڑی چیز ثبوت ہے۔ اس شہر میں درجنوں ایسے افراد ہوں گے جو مجرم ہوتے ہوئے بھی قانون کی زد سے بچے ہوئے ہوں گے۔ ہم اُسی وقت کچھ کر سکتے ہیں جب جرم ہمارے علم میں آجائے۔ پھر مجرم کی تلاش ہمارا کام ہے۔ ہاں یہ بتاؤ کہ رشید کس طرف گیا تھا۔"

"اسی طرف.... ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر حمید نے کہا۔ "شام کے اخبار میں تو اس بچے کے متعلق خبر آگئی ہے اور یہ بھی تھا کہ جن قمیضوں میں بچہ لپٹا ہوا ملا ہے وہ مسٹر خاور کی ہیں۔ مسٹر خاور نے اسے تسلیم بھی کر لیا ہے لیکن اس کا بیان ہے کہ وہ کسی ایسے بچے سے واقف نہیں۔ گمشدہ سوٹ کیس اور اس کے متعلق خاور کے اعلانات کا بھی تذکرہ تھا۔ مگر اس مکان کے متعلق کچھ بھی نہیں تھا جہاں بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس بڑھیا کے بارے میں بھی کچھ نہیں تھا جسے گلا گھونٹ کر بیہوش کیا گیا

تھا۔اس کی موت کی بھی خبر نہیں تھی۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی بولا۔"رپورٹ میں نے ہی مرتب کرائی تھی اور میرے ہی ایماء پر اس کی اشاعت ہوئی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر حقیقت کو چھپانے سے کیا فائدہ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مجرم کو اس کا علم نہ ہو گا۔ کیا وہ یہ نہ جانتا ہو گا کہ بیہوش بڑھیا نے ہوش میں آنے کے بعد سارے واقعات بیان کر دیئے ہوں گے اور کیا ان کی پُراسرار گمشدگی کی شہرت نہ ہوئی ہو گی۔"

ٹھیک ہے وہ سب کچھ جانتا ہو گا۔ اگر نہ جانتا ہوتا تو مونچھیں منڈوانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ سب کچھ مجرم کو دھوکے میں رکھنے کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ اخبارات اور پبلک کی نکتہ چینیوں سے بچنے کیلئے کیا گیا ہے۔ پتہ نہیں ہم کب مجرموں کو گرفتار کر سکیں۔ اگر دیر لگی تو اخبار چیخنے لگیں گے کہ اتنے سراغ موجود ہونے کے باوجود بھی پولیس ابھی تک کچھ نہیں کر سکی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔"اب رشید کو گرفتار کر لینے میں کیوں ہچکچاہٹ ہے۔"

"کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ بس اس کی مونچھوں والی تصویر راجر اسٹریٹ والوں کو دکھا کر تصدیق کرنی ہے۔ اُس کے بعد میں اُسے پکڑ لوں گا۔"

کیڈی لاک رات کے سناٹے میں فراٹے بھرتی رہی۔ سڑک بالکل سنسان پڑی تھی۔ حمید رشید کے کوٹ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ممکن ہے فریدی کے ذہن میں بھی یہی رہا ہو۔

"ایک بات ہے جناب۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔"ضیغم کے دلائل بھی قابل قبول تھے۔ خاور جیسے دولت مند آدمیوں کے لئے یہ کام مشکل نہیں۔"

"یعنی وہ اس طرح برگشتہ بیوی کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں! اس قسم کے شوہر اپنی بیویوں پر دھاک بٹھانے کے لئے سب کچھ کر گذرتے ہیں۔ میں ایسے کئی آدمیوں کو جانتا ہوں جو عیاشی کی صلاحیت نہ رکھنے کے باوجود بھی بہت ہی مشہور قسم کے عیاش ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں پر صلاحیتوں کی دھاک بٹھائیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ تم ہمارے معیار پر پوری نہیں اتری ہو اسی لئے ہم تمہاری پرواہ نہیں کرتے۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے کہا۔"میں تمہارے اس نظریئے کی تردید نہیں کروں گا اور نہ میں

نے یہی کہا ہے کہ ضیغم کے دلائل غلط تھے۔"

"پھر کیا دشواری ہے۔"

"عدالتیں ٹھوس قسم کے ثبوت چاہتی ہیں۔ نفسیاتی امکانات پر کوئی غور نہیں کرتا۔ خاور کے کیس کے متعلق ضیغم نے جو کچھ بھی کہا ہے اس کے امکانات ہیں لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ حقیقت یہی ہے۔ امکانات تو اس کے بھی ہو سکتے ہیں کہ خاور کو کوئی بدنام کرنا چاہتا ہو۔ چھان بین کرنے پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ عنقریب ہونے والے اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لینے والا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے کسی حریف نے اسے بدنام کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہو۔ اگر اس کے خلاف جرم ثابت ہو جائے تو اس کی سوشل پوزیشن کیا ہو گی۔ کیا وہ اس صورت میں امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو سکے گا۔"

"قطعی نہیں....!" حمید نے کہا۔ "مجھے اس کا علم نہیں تھا۔"

اچانک کیڈی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی سڑک پر کھڑی ہوئی ایک کار پر پڑی اور فریدی کو کیڈی کی رفتار کم کردینی پڑی۔ سڑک زیادہ کشادہ نہیں تھی اور وہ کار اس طرح ترچھی کھڑی ہوئی تھی کہ راستہ قریب قریب بند ہو گیا تھا۔

کچھ اور آگے بڑھنے پر انہیں ایک آدمی دکھائی دیا جو سڑک کے کنارے اوندھا پڑا ہوا تھا۔ اس کا ایک پیر کار کے پائیدان پر تھا۔

فریدی نے کیڈی روک دی اور وہ بڑی تیزی سے نیچے اتر آئے۔

حمید نے مضطربانہ انداز میں اس آدمی کو سیدھا کیا۔

"یہ تو وہی ہے.... کیا نام بتایا تھا آپ نے۔" اس نے کہا۔

"رشید....!"

"جی ہاں....!"

"پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ فریدی کی ٹارچ کی روشنی بیہوش آدمی کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔"

تعاقب

دوسری صبح حمید ذرا دیر میں بیدار ہوا اور آنکھ کھلتے ہی پچھلی رات کے واقعات ذہن میں چکر

لگانے لگے۔ وہ کافی دیر تک رشید کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے تھے لیکن انہیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ پھر تھک ہار کر انہیں اسے ہسپتال پہنچانا پڑا۔ وہاں بھی تقریباً دو گھنٹے تک وہ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن انہیں مایوسی ہی ہوئی۔ پھر وہ گھر واپس آ گئے۔ بہر حال ڈاکٹر نے اس کی بیہوشی کے بھی وہی اسباب بتائے جو بڑھیا کی بیہوشی کے بتائے تھے۔ یعنی رشید کو بھی گلا گھونٹ کر بیہوش کیا گیا تھا اور اس کے خیال کے مطابق رشید کی حالت بھی خطرے سے باہر نہیں تھی۔

حمید کافی دیر تک بستر ہی پر پڑا اس کے متعلق سوچتا رہا۔

فریدی کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔ ناشتے کی میز پر بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ناشتے کے دوران ہی میں زرینہ کا فون آیا۔ وہ حمید سے آج کے پروگرام کے متعلق پوچھ رہی تھی اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اس بچے کو لے کر اس کی پرورش کرنا چاہتی ہے۔ حمید اس خواہش پر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اس وقت تو اسے مذاق میں ٹال دیا۔ لیکن پھر بہت دیر تک اس کے متعلق سوچتا رہا۔

دس بجے فریدی واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار تھے۔

"وہ بھی ختم ہو گیا۔" اس نے آتے ہی کہا اور فلٹ ہیٹ میز پر پھینک کر ایک صوفے میں گر گیا۔

"کون ختم ہو گیا؟" حمید نے پوچھا۔

"رشید.... اور وہ بھی کوئی بیان نہ دے سکا۔ کچھ بولا ہی نہیں۔ مرنے سے دو تین گھنٹے بیشتر اس کے منہ اور ناک سے خون جاری ہو گیا تھا۔ بہر حال اس میں بھی وہی سب علامتیں پائی گئی ہیں جو بڑھیا میں پائی گئی تھیں۔"

فریدی خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا۔

کچھ دیر سکوت رہا پھر فریدی نے کہا۔ "دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ راجر اسٹریٹ والوں نے رشید کی تصویر دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہی آدمی زچہ کے ساتھ تھا۔"

"تو پھر اس صورت میں ہم اسے بڑھیا کا قاتل نہیں قرار دے سکتے۔" حمید بولا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ لیکن پڑوسیوں نے رشید کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کو وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

"اب آپ رشید کے کوٹ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"کیا کہوں! کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب کیس بہت زیادہ الجھ گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رشید پر بعد کو بھی اسی آدمی نے حملہ کیا تھا جو اس کا کوٹ اتار لے گیا تھا تو پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کر لینا پڑے گا کہ وہی شخص بڑھیا کا بھی قاتل ہے کیونکہ دونوں کی موت یکساں حالات میں واقع ہوئی ہے۔ اگر اسے بڑھیا کا بھی قاتل تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ رشید اُس کی شخصیت سے واقف تھا کیونکہ اس نے بڑھیا کا گلا رشید کی موجودگی ہی میں گھونٹا ہو گا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ رشید اور وہ دونوں شریک کار تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے رشید کا گلا کیوں گھونٹ دیا اور رشید کا کوٹ اتارنے کا کیا مطلب تھا۔ پھر رشید اس کوٹ کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اتنی بدحواسی میں بھاگا تھا جیسے اس کوٹ کی قیمت لاکھوں روپے رہی ہو.... اب اس ساری تگ و دو کے مقصد پر غور کرو کیا یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے کہ خاور کو ایک غیر قانونی بچے کا باپ ثابت کیا جا سکے۔ اگر ہم اسے تسلیم بھی کر لیں تو ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس سے خاور کو جو نقصان پہنچے گا وہ اس تگ و دو کے مقابلے میں کوئی خاص اہمیت رکھتا ہے یا نہیں۔"

"آپ خاور ہی کو اصل مجرم تصور کر کے اس مسئلے پر کیوں نہیں غور کرتے۔" حمید بولا۔

"اچھا چلو ہم اس نقطہ نظر سے بھی واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔"

فریدی چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "ضیغم کی گفتگو کا لب لباب یہی تھا کہ وہ اس طرح اپنی صلاحیتوں کا پروپیگنڈا کر کے اپنی بیوی کو واپس بلانا چاہتا ہے۔ لیکن اب سنو! اگر اس میں شوہر بننے کی صلاحیت ہے ہی نہیں تو وہ بیوی کو بلا کر کرے گا کیا۔ اور اگر صلاحیت ہے تو اسے ایک نہیں ہزار عورتیں مل سکتی ہیں کیونکہ اس کے پاس دولت ہے۔ دولت سینکڑوں عیوب پر پردہ ڈال دیتی ہے اور پھر ایسے موقعے پر جب کہ وہ الیکشن کے لئے کھڑا ہو رہا ہے کبھی یہ نہ چاہے گا کہ اس کی سوشل پوزیشن خطرے میں پڑ جائے۔ یہ حرکت اس سے الیکشن کے بعد بھی سرزد ہو سکتی تھی۔ پھر دو سال سے اس کی بیوی اس کے پاس نہیں ہے اگر وہ اس کے لئے اتنا ہی بے تاب ہے کہ اس کی واپسی کے لئے ہر صحیح یا غلط راستہ اختیار کر سکتا ہے تو اس نے ان دو برسوں کے عرصے میں اس سے کبھی ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ ہمیشہ یہی کہتا رہا ہے کہ اگر اسے میرے ساتھ رہنا ہو گا تو خود ہی چلی آئے گی.... بولو.... اب کیا کہتے ہو! اچھا اور سنو۔ اگر وہ خود ہی اس حرکت کا ذمہ دار

ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس نے اس سلسلے میں اپنے ایک ملازم رشید سے مدد لی تھی۔ لیکن پھر اسے ختم کرا دینے میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے؟"

"رشید کو کیوں ختم کر دیا۔" حمید نے حیرت سے دہرایا۔ "کمال کرتے ہیں۔ آپ بھی.... یہ تو ایک کھلی ہوئی بات ہے۔"

"کیا کھلی ہوئی بات ہے۔"

"ارے خاور نے اس سے اس معاملے میں مدد لی اور پھر اس خیال سے اسے ختم کر دیا کہ کہیں وہ راز افشاں نہ کر دے۔"

"خود خاور نے ختم کر دیا۔" فریدی مسکرایا۔ "کیا وہ خاور ہی تھا جس نے رشید کا کوٹ اتارا تھا۔ کیا تم اس پہاڑ سے توقع رکھتے ہو کہ وہ اتنا پھرتیلا ہوگا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی دوسرے سے کام لیا ہو۔"

"تمہاری کھوپڑی اس وقت شائد کسی دلدل میں پھنس گئی ہے۔ راز داری کے خیال سے اس نے ایک آدمی کو ختم کرادیا اور ایک دوسرے آدمی پر اعتماد رکھتا ہے۔ کیا بکواس ہے۔ نہیں حمید صاحب! خاور میں اس قسم کے جرائم کی صلاحیت قطعی نہیں ہے۔"

"ارے پھر کیا مجرم بھی کسی کے بطن سے پیدا کیا جائے گا۔" حمید اپنا سر پیٹ کر بولا۔

"مجرم....!" فریدی مسکرایا.... لیکن پھر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کہئے کہئے خاموش کیوں ہو گئے۔ کوٹ کا مسئلہ مجھے بُری طرح پریشان کئے ہوئے ہے۔"

"کوٹ کا مسئلہ.... میں خود اسی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

"دیکھئے میں اس سلسلے میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔" حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ۔" فریدی مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

حمید غالباً اس کے لہجے پر جھنجھلا گیا۔ اس لئے اس نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔

"میں جو کچھ بھی سوچ رہا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے اس محکمہ میں آنے سے پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا۔"

فریدی اس پر کچھ نہیں بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے اسے زرینہ کے متعلق بتایا جو اس بچے کو سرکاری پرورش گاہ سے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ حمید سمجھا تھا کہ یہ

اطلاع فریدی کو چونکا دے گی لیکن خلاف توقع فریدی نے اسے سرسری طور پر سنا لیکن اپنا خیال نہیں ظاہر کیا۔

یہ حقیقت تھی کہ رشید کی موت نے ایک بار پھر انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا تھا۔ اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ فریدی صرف خاور ہی کو کھنگالتا نچوڑتا رہے۔ اسے توقع تھی کہ وہ رشید کے قاتل تک خاور ہی کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے۔ بچے والے کیس کے سلسلے میں رشید مجرم ثابت ہوا تھا اور بچے کا تعلق خاور سے ظاہر کیا جارہا تھا۔ ایسی صورت میں اب خاور ہی فریدی کے سامنے تھا.... اور پھر دوسری طرف ضیغم تھا۔ لیکن اس کے خلاف فریدی ابھی کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچا سکا تھا۔ ویسے ضیغم کے معاملے میں بعض دوسری دشواریاں بھی تھیں۔ ضیغم خاور کا کھلا ہوا دشمن تھا۔ خود اس نے اس کا اعتراف کیا تھا لیکن اب پھر یہی سوال پیدا ہوتا تھا کہ ضیغم کے نزدیک خاور کو ایک غیر قانونی بچے کا باپ ثابت کرنے میں کیا افادیت ہو سکتی تھی۔

اس سے اسے کیا فائدہ پہنچتا۔ فریدی اور حمید تین دن تک اسی موضوع پر بحث کرتے رہے لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔

فریدی نے رشید کے بنگلے کی ساری چیزیں الٹ پلٹ ڈالیں لیکن اسے کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس سے بچے کی ماں کی شخصیت پر روشنی پڑتی یا اس کا سراغ مل سکتا۔

حقیقتاً اب وہی ایک ہستی رہ گئی تھی جو اس جرم کی نوعیت یا اس کے مقصد پر روشنی ڈال سکتی تھی۔ اس کی تلاش اشد ضروری تھی۔

فریدی زیادہ تر خاموش رہتا تھا۔ اس نے اپنی موجودہ مشغولیات کے متعلق حمید سے گفتگو کرنا ترک کر دیا تھا۔ یا دوسرے الفاظ میں حمید کو بالکل چھٹی تھی۔

دوسری طرف شہر کے اخبارات روزانہ اپنے اداریوں میں نت نئی باتیں لکھ رہے تھے۔ بہتیرے تو یہاں تک مطالبہ کر بیٹھے تھے کہ خاور کے خلاف قانونی کاروائی شروع کر دی جائے۔ بعض اخبارات نے اس واقعے کو سیاسی اغراض کے تحت بُری طرح اچھالا تھا اور وہی پرانی پٹی پٹائی باتیں بد سلیقگی کے ساتھ دہرائی گئی تھیں جو عام طور پر سرمایہ داروں کے خلاف سننے میں آتی ہیں۔ پھر ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مقامی حکام پر بھی چوٹیں کرنا کتنا ضروری ہو جاتا ہے۔

ایک دن حمید فریدی کو چھیڑ ہی بیٹھا۔

"آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

"میں یہیں اور بہت کچھ کر رہا ہوں۔ بہت جلد تم کسی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھو گے اور تمہاری آنکھیں حیرت سے پھیل جائیں گی۔"

"آخر کچھ تو بتایئے۔"

"ابھی کچھ نہیں! محض شبہے کی بناء پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ویسے اب یہ کیس ایک نیا رخ اختیار کر رہا ہے مگر حمید کوٹ کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔"

"سنئے! ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے۔"

"کیا....؟"

"خاور کا سوٹ کیس اسی لئے اڑایا گیا تھا کہ اس کے کپڑوں کے ذریعہ اس کے خلاف ایک جرم ثابت کیا جائے۔ ممکن ہے رشید کا کوٹ بھی اسی لئے چھینا گیا ہو۔"

"مگر رشید تو پہلے ہی سے ایک جرم میں الجھا ہوا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "اگر اس کا کوٹ بھی اس قسم کے کسی کام میں استعمال کیا جانے والا تھا تو پھر رشید کو ختم کیوں کر دیا گیا۔ مگر نہیں حمید یہ بات نہیں ہے۔ حقیقتاً حملہ آور صرف کوٹ ہی حاصل کرنا چاہتا تھا اسے مار ڈالنے کی نیت نہیں رکھتا تھا۔ اگر نیت یہ ہوتی تو وہ پہلے اسے مار ڈالتا پھر کوٹ اتار لیتا۔ رشید اس کا تعاقب کر رہا تھا ممکن ہے دونوں پھر ٹکرا گئے ہوں۔ رشید نے کوٹ چھیننے کی کوشش کی ہو اور اسی جدوجہد میں مارا گیا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رشید اس شخص سے واقف تھا۔"

"اس کیس میں آپ بار بار اپنے نظریات تبدیل کر رہے ہیں۔ غالباً اب آپ یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ رشید حملہ آور سے واقف تھا۔ حالانکہ شائد آپ ایک بار یہ ثابت کر چکے ہیں کہ رشید حملہ آور کی شخصیت سے ناواقف تھا۔"

"تم بھول رہے ہو۔ میں نے یہ کبھی نہ کہا ہوگا۔ رشید کی موت کے بعد سے میرا نظریہ یہ رہا ہے کہ رشید اور وہ شریک کار تھے۔ کیونکہ بڑھیا اور رشید کی موتیں یکساں حالات میں واقع ہوئی تھیں۔ اگر رشید نہ مرتا تو میں اسے ہی بڑھیا کا قاتل ٹھہراتا۔"

"اوہ مگر کوٹ کی بات پھر رہ گئی۔" حمید نے کہا۔

"کوٹ....!" فریدی نے ایک طویل سانس لی۔ "حالات یہ کہہ رہے ہیں کہ رشید کوٹ

حاصل کرنے کے لئے حملہ آور کے پیچھے دوڑا تو ضرور تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اس کوٹ کے لئے قانونی چارہ جوئی نہ کر سکتا۔"

"کیوں نہ کر سکتا۔ یہ آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔"

"عقل استعمال کرو فرزند....!" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "ہم اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ رشید اور حملہ آور ایک دوسرے سے واقف تھے۔ اس نے اس پر پہلا حملہ اس کے بنگلے کے کمپاؤنڈ میں کیا تھا اور حملے کا مقصد محض کوٹ چھیننا تھا۔ رشید کو مار ڈالنا نہیں۔ اُسے اطمینان تھا کہ رشید کوٹ کے حصول کیلئے قانونی چارہ جوئی نہیں کر سکتا اور نہ وہ اسے پہلے ہی حملے میں مار ڈالتا۔"

"ٹھیک ہے.... میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔

"اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کوٹ میں کیا تھا۔ یقیناً کوئی ایسی چیز رہی ہوگی جو قیمتی تو ہوگی لیکن اس کے حصول کے لئے قانون کا سہارا لینا ممکن نہ ہوگا۔"

"کیا چیز ہو سکتی ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"الہام ہونے دو۔ بتادوں گا۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔ "اس کیس کے دوران میں مجھ میں ایک ذہنی انقلاب ہوا ہے۔"

"وہ کیا....؟"

"قدامت پر بُری طرح جان دینے لگا ہوں۔ عورتوں مردوں کے آزادانہ تعلقات کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا جنسی معاملات میں جذبات کی تہذیب ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں، سائنٹیفک بحث قطعی بکواس ہے۔ بچاؤ صرف پابندیوں میں ہے۔ بعض مغربی عالم جنہیں میں گدھا سمجھتا ہوں اس سلسلے میں بڑی سائنٹیفک قسم کی بحثیں چھیڑتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ پابندیاں جنسی بے راہروی کو جنم دیتی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مغرب کدھر جا رہا ہے۔ وہاں تو اب دونوں جنسوں کے باہمی تعلقات پر کسی قسم کی بھی پابندی نہیں رہ گئی۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ بعض مغربی ممالک کا ہر پانچواں آدمی جنسی بے راہروی کا شکار ہے۔ ذرا انسائیکلو پیڈیا سکسوالس اٹھا کر دیکھو۔ مغربی ممالک میں پائی جانے والی جنسی بے راہروی کی اتنی اقسام ملیں گی کہ تم سناٹے میں آجاؤ گے۔"

"بہت بُرا ہوا جناب۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب....!"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ اس کیس کے اختتام پر ڈاڑھی نہ رکھ لیں۔ ارے سرکار کیا رکھا ہے ان فضول باتوں میں.... بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ چار دن کی زندگی ہے اگر مولوی بن کر جئے تو قبر میں افسوس کرنا پڑے گا۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا تھا۔

دن بھر وہ آفس سے بھی غائب رہا اور شام کو جب آفس سے گھر آیا تو فریدی موجود تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے کچھ نہ بولنے کی قسم کھائی ہو۔

حمید نے بھی چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ کھانے کی میز پر بھی خاموشی ہی رہی۔

نو بجے فریدی نے فون پر کوئی اہم پیغام وصول کیا۔

"چلو.... جلدی کرو۔" اس نے حمید سے کہا۔ "کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی کوٹ ڈال لو۔"

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی۔ فریدی کے موڈ میں جھلاہٹ کی آمیزش بھی تھی۔ اسی لئے حمید نے چوں وچرا کی ہمت نہیں کی۔

فریدی نے گیراج سے کیڈی کے بجائے چھوٹی آسٹن نکالی۔ حمید سمجھ گیا کہ معاملہ اہم ہی ہو سکتا ہے۔ یہ کار بہت ہی مخصوص قسم کی مہموں میں استعمال کی جاتی تھی۔

فریدی اب بھی خاموش تھا۔

تھوڑی دیر بعد کار راجن پورے کی ایک تاریک گلی میں کھڑی کر دی گئی۔ دونوں طرف کئی کئی منزل اونچی عمارتیں تھیں اور گلی میں اس قدر تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔

فریدی کار سے اُتر گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

گلی سے گذر کر وہ سڑک پر آ گئے۔

فریدی کو شائد کسی کا انتظار تھا۔ وہ سڑک کی دوسری طرف کے ایک بک سٹال پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ فریدی اس طرح مختلف شوکیسوں پر نظر دوڑا رہا تھا جیسے اسے کسی خاص کتاب کی تلاش ہو۔ ان دونوں نے اپنے السٹروں کے کالر کھڑے کر رکھے تھے اور فلٹ ہیٹوں کے گوشے پیشانیوں پر جھکے ہوئے تھے۔

شائد کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی کو اس ہیئت پر تعجب نہیں ہوا تھا۔ ہوتا بھی کیوں جب کہ وہ ہر رات اس قسم کے آدمیوں کو ارجن پورے کے چکر لگاتا ہوا دیکھا کرتا تھا۔ ارجن پورہ غریب آدمیوں کی بستی تھی اور ہر رات یہاں شہر کے متعدد لوگ اپنے منہ چھپائے ہوئے آتے۔ تنگ و تاریک گلیوں سے لڑکیاں نکل کر ان کی کاروں میں بیٹھ جاتیں اور ان گلیوں کی تاریکی جگمگاتی ہوئی سڑکوں کے اس ظلم پر روتی اور سسکتی رہ جاتی۔

غالباً کتب فروش ان دونوں کو بھی اسی قسم کا آدمی سمجھا تھا۔ وہ بدستور اپنے کام میں مشغول رہا۔

اچانک ایک عورت ان کے قریب سے تیزی سے گذری۔ حمید چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ ایک دراز قد عورت تھی۔ اس نے ایک لمبا کوٹ پہن رکھا تھا اور کوٹ کے کالر پر اتنا اونچا فر لگا ہوا تھا کہ اس کا سر قریب قریب چھپ کر رہ گیا تھا۔ چال سے جوان ہی معلوم ہوتی تھی۔ حمید نے اس کے سفید اور سبک ہاتھ دیکھے۔ چہرہ دیکھنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی۔

فریدی نے جلدی سے ڈائجسٹ کی ایک کاپی خریدی اور حمید کا ہاتھ دبا کر آگے بڑھ گیا۔ حمید نے اس عورت کو ایک کار میں بیٹھتے دیکھا۔ غالباً وہ بہت جلدی میں معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اس بار بھی وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ فریدی تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس طرف جا رہا تھا جہاں اس نے کار کھڑی کی تھی۔

حمید نے محسوس کیا کہ فریدی نے اپنی کار اسی عورت کی کار کے پیچھے لگادی ہے۔

فائروں کی گونج

حمید نے ایک جھرجھری سی لی اور اندھیرے میں فریدی کو گھورنے لگا۔ کار کے اندر تاریکی تھی۔ کبھی کبھی سڑک کی روشنی اس کے چہرے پر پھسلتی ہوئی تاریکی میں گم ہو جاتی تھی۔ فریدی کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ حمید نے ایک طویل سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ ”کیا آپ نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔“

”نہیں.... کیا تم نے دیکھا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”نہیں میں بھی نہ دیکھ سکا۔“ حمید مسکرا کر بولا۔ ”ویسے آپ کے لئے ٹھیک رہے گی۔“

”کیا بکتے ہو۔“

"وہی جو کچھ دیکھتا ہوں اور قطعی محو حیرت نہیں ہوں کہ دنیا کیا ہو جائے گی۔"

حمید سچ مچ خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ عورت وہی ہے جس کی انہیں تلاش تھی مگر نہیں۔ وہ عورت توراجر اسٹریٹ کے ایسے مکان میں تھی جہاں کی رہنے والی کسی بھی عورت سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کار ڈرائیو کرنا بھی جانتی ہو گی اور نہ وہ اتنی دولت مند ہو سکتی ہے کہ کوٹ میں اتنا شاندار فر لگا سکے۔

تھوڑی دیر بعد اگلی کار شہر کی حدود سے باہر نکل گئی اور دفعتاً حمید چونک کر بولا۔

"یہ کیا معاملہ ہے۔ اس کے آگے بھی ایک کار معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں وہ ارجن پورے ہی سے اس کار کا تعاقب کر رہی ہے۔" فریدی نے کہا۔

فریدی نے اپنی کار کی ہیڈ لائیٹس بجھا دی تھیں اور اگلی کار کی عقبی سرخ روشنی پر نظر جمائے ہوئے راستہ طے کر رہا تھا۔ سڑک بالکل ویران تھی۔ اور وہ اس وقت جھریالی کے ویرانے سے گذر رہے تھے۔

"یہ آخر کہاں جا رہی ہے۔" حمید مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر بولا۔

"جہنم میں۔" فریدی غرایا۔ "بہمیت کے ان ہولناک ویرانوں میں جہاں انسانیت سسک سسک کر دم توڑ دیتی ہے۔"

"لیکن اگلی کار پر کون ہے؟"

"حمید خاموش رہو۔ ۔ ۔ باتیں پھر ہو جائیں گی۔"

"اچھا صرف اتنا بتا دیجئے یہ عورت وہی تو نہیں ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔"

"حقیقتاً ہمیں کسی کی تلاش نہ ہونی چاہئے تھی۔ مجرم ہمارے علم میں تھے۔"

"کون۔ ۔ ۔ ۔؟"

"شیطان کا بیٹا۔ ۔ ۔ ۔ حیوان کی بیٹی۔"

"آغا حشر یاد آرہے ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"شٹ اپ۔ ۔ ۔ ۔!" فریدی سچ مچ غصے میں تھا۔

اب وہ اس علاقے میں تھے جہاں لوگ دن کے اجالے میں بھی جاتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ اگلی دونوں کاریں سڑک چھوڑ کر کچے راستے پر اتر گئی تھیں اور ان کی روشنیاں بجھی ہوئی نہیں

تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ سب سے آگے والی کار ڈرائیو کرنے والا عورت والی کار کے وجود سے بے خبر نہیں تھا۔

اور پھر اچانک ایک جگہ سب سے آگے والی کار رک گئی۔ اس کے ساتھ ہی عورت کی کار بھی رکی۔

ادھر فریدی نے بھی اپنی کار روک دی۔

"تم مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتے سمجھے۔" انہوں نے ایک نسوانی آواز سنی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ دونوں کار سے اتر کر زمین پر لیٹ گئے۔ عورت ان سے زیادہ فاصلے پر نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"بکواس مت کرو۔" یہ کسی مرد کی آواز تھی۔ "میں نے تمہیں ایک بات سے آگاہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔ وہ یہ کہ آج سے میں تمہارا مالک ہوں۔"

"اور میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں۔ میں خود اپنی مالک ہوں۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے کسی معاملے میں مجبور نہیں کر سکتی۔"

"اگر یہ بات ہے تو تم جا سکتی ہو۔" مرد بولا۔

"تمہارے لہجے میں دھمکی ہے۔" عورت نے کہا۔ "لیکن یہ یاد رکھنا کہ میری زبان کی ایک ہلکی سی جنبش تمہیں پھانسی کے تختے تک پہنچا سکتی ہے۔"

مرد نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "خام خیالی ہے۔ میں کبھی کوئی کچا کام نہیں کرتا۔"

اچانک ایک فائر ہوا اور کسی کے زمین پر گرنے کی آواز آئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں عورت چیخنے لگی۔

"کون ہے....؟ یہاں کیا ہو رہا ہے۔" دفعتاً فریدی کی گرجدار آواز سناٹے میں لہراتی چلی گئی.... اور وہ اس طرح چیخی جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو.... حمید اور فریدی آواز کی طرف دوڑنے لگے۔ لیکن اب سناٹا چھا گیا تھا۔

قریب ہی ایک کار اسٹارٹ ہوئی اور فراٹے بھرتی ہوئی اندھیرے میں گم ہو گئی۔ اس کی ساری روشنیاں بجھی ہوئی تھیں۔

فریدی کی ٹارچ کی روشنی نے دوسرے ہی لمحے میں اسے جالیا۔ لیکن حمید کو اس پر حیرت

ہوئی کہ فریدی نے اسے نکل جانے دیا۔ حالانکہ وہ اس کا تعاقب بھی کر سکتا تھا۔ فریدی ٹارچ بجھا کر دوسری کار کی طرف مڑا جو ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ اس نے پھر ٹارچ روشن کی اور روشنی کا دائرہ اس سہمی ہوئی عورت پر پڑا جو اپنی کار میں بیٹھنے ہی والی تھی۔

"ٹھہرو.....!" فریدی اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "کیا بات تھی۔"

"اوہ.....وہ مجھے لوٹنا چاہتا تھا۔ لیکن میں بچ گئی۔ میری رقم بچ گئی۔ آپ ٹھیک وقت پر پہنچے۔ بہت بہت شکریہ۔"

حمید غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک وجیہہ اور صحت مند عورت تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان میں رہی ہوگی۔ چہرہ پر کشش مگر سخت گیروں کا سا تھا۔ آنکھوں کی بناوٹ صاف کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی مقصد براری کے سلسلے میں انتہائی بے رحم بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

"آپ یہاں اس ویرانے میں اس وقت کیا کر رہی تھیں۔" فریدی نے پوچھا۔

اور پھر اس عورت نے اتنی صفائی اور بے تکلفی سے جھوٹ بولا کہ حمید اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ اس نے کہا۔ "میں تارجام سے واپس آ رہی تھی۔ راہ کے ایک چائے خانے میں اس آدمی سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں اس نے بتایا کہ وہ ایک ایسا راستہ بھی جانتا ہے جس سے آدھے ہی وقت میں شہر تک کی مسافت طے ہو جائے گی۔"

"خوب..... لیکن فائر کس نے کیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"اسی نے.....!"

"میرا خیال ہے کہ وہ کوئی پاگل تھا۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیونکہ پہلے تو اس نے فائر کیا پھر گلا گھونٹنے لگا۔"

"نہیں.....وہ میرا وینٹی بیگ چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ گلا نہیں گھونٹتا تھا۔" عورت نے کہا۔

"تو اب آپ کہاں جائیں گی۔"

"شہر.....!"

"چلئے میں ساتھ چل رہا ہوں۔ ممکن ہے وہ پھر حملہ کرے۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ نہیں..... آپ کہاں تکلیف کریں گے۔ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔"

"تعجب ہے کہ آپ کو خطرے کا احساس نہیں۔ میں آپ کی گاڑی میں بیٹھ کر چلوں گا اور

میرے ساتھی میری گاڑی لے جائیں گے۔"

"نہیں میں تنہا جاؤں گی۔"

"آپ تنہا نہیں جائیں گی۔" فریدی کے لہجے میں سختی تھی۔

"کیا آپ بھی اسی ڈاکو کے ساتھیوں میں سے ہیں۔" عورت نے بے باکی سے کہا۔

"نہیں میں اس کے ساتھیوں میں سے ہوں جس نے اپنی مونچھیں منڈوادی تھیں۔"

عورت چونک کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں بدحوسی کے آثار دیکھے۔

"اور محترمہ.....!" فریدی تلخ لہجے میں بولا۔ "آپ کے وینٹی بیگ میں اعشاریہ دو پانچ کا پستول ہے اسے میرے حوالے کر دیجئے۔"

"تم کون ہو۔" اچانک عورت نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"میں کوئی بھی ہوں لیکن میں تمہاری ہی گاڑی میں سفر کروں گا۔" فریدی نے کہا اور اس کے ہاتھ سے اس کا وینٹی بیگ چھین لیا۔

عورت شور مچانے لگی۔

فریدی نے قہقہہ لگایا اور آہستہ سے بولا۔ "اب یہاں کوئی چوتھا آدمی موجود نہیں ہے۔ اس ویرانے سے لوگ دن کو بھی نہیں گذرتے کیونکہ میلوں تک انہیں کہیں درخت کا سایہ نہیں نصیب ہوتا۔ چلو اب بیٹھ جاؤ کار میں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے تمہارے جسم میں ہاتھ نہ لگانا پڑے۔"

"کیا آپ نے اس خادم کو فراموش کر دیا۔" حمید غمگین لہجے میں بولا۔ "یہ خاکسار ایسے فرائض بخوبی انجام دے سکتا ہے۔"

عورت چپ چاپ دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی فریدی دوسری طرف سے گھوم کر اسٹیئرنگ کے پیچھے پہنچ گیا۔ حمید اس وقت تک نیچے ہی کھڑا رہا جب تک فریدی نے کار اسٹارٹ نہیں کر دی۔ پھر وہ چھوٹی آسٹن میں جا بیٹھا۔

فریدی نے عورت کے وینٹی بیگ سے پستول نکال کر بیگ اسے واپس کر دیا تھا۔

"اب اپنا بیگ دیکھ لو۔ کہیں میں نے رقم نہ نکال لی ہو۔"

عورت کچھ نہ بولی۔ وہ اس سے بہت زیادہ مرعوب نظر آرہی تھی۔

"آپ کون ہیں۔" اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"میں کوئی بھی ہوں لیکن میں کبھی کوئی غیر قانونی قسم کی حرکت نہیں کرتا۔"

عورت پھر خاموش ہو گئی۔ فریدی اس کی چڑھتی ہوئی سانسوں کی آواز صاف سن رہا تھا۔

"دوسرے تم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہے ہیں۔ پھر میں کیوں نہ کروں۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب....!" اس بار عورت کے لہجے میں سختی تھی۔

"میں رشید اور اس کی مشغولیات سے اچھی طرح واقف تھا۔"

"میں کسی رشید کو نہیں جانتی۔"

"ہاں اب نہ جانتی ہو گی کیونکہ وہ بیچارا اب اس دنیا میں نہیں۔"

"آپ نہ جانے کہاں کی باتیں کررہے ہیں۔"

"یہ اسی عالم آب و گل کی باتیں ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ لوگ خواہ مخواہ ایک شریف عورت کو پریشان کررہے ہیں۔ میں آپ کے خلاف قانونی کاروائی کروں گی۔"

"اور گواہوں میں اس بچے کو پیش کیجئے گا جو سرکاری پرورش گاہ میں ہے۔"

"پتہ نہیں کیا بکواس ہے۔" عورت اونچی آواز میں بولی۔ "آج سب پاگل ہی مل رہے ہیں۔"

فریدی ہنسنے لگا مگر ہنسنے کا انداز بڑا زہریلا تھا۔

"اس میں شک نہیں کہ تم ایک دلیر عورت ہو اور بہتیرے مردوں پر سبقت لے جا سکتی ہو.... مگر آخر عورت ہی ہو۔ ایک مرد کے سامنے بے بس ہو گئیں اور اب میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اب رشید کا کوٹ اس کے پاس نہیں ہے۔ وہ تمہیں خواہ مخواہ دھمکا رہا تھا.... رشید کا کوٹ میرے پاس ہے۔"

"آپ کے پاس۔" عورت بے ساختہ بولی پھر فوراً ہی سنبھل کر کہنے لگی۔ "کیسا کوٹ کون رشید.... میں کسی کو نہیں جانتی۔"

"نہ جانتی ہوں گی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا اور خاموش ہو گیا۔

کار کی رفتار خاصی تیز تھی اور سڑک بالکل سنسان نظر آرہی تھی۔

اچانک ایک کراسنگ پر بائیں طرف سے ایک کار بڑی تیزی سے آکر راہ میں حائل ہوگئی۔ اگر فریدی بڑی پھرتی سے بریک لگا کر کار سڑک کے نیچے نہ اتار دیتا تو ایکسیڈنٹ لازمی تھا۔ یہی کیفیت حمید کی بھی ہوئی۔ وہ بھی کار کو سڑک کے نیچے اتار لے گیا۔

فریدی ابھی سنبھلنے نہیں پایا تھا کہ تیسری کار سے فائر ہوا۔ لیکن گولی پچھلے دروازے کے شیشے پر پڑی۔

"لیٹ جاؤ.... لیٹ جاؤ۔" فریدی نے عورت کو جھنجھوڑ کر کہا اور خود چھلانگ مار کر باہر نکل گیا۔ اور اس نے اترتے اترتے تیسری کار کے دروازے پر فائر کر دیا۔ حمید والی کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی تیسری کار پر پڑ رہی تھی۔

اس بار تیسری کار کی اوٹ سے فائر ہوا۔

حمید بھی کار سے اُتر آیا تھا لیکن اس کے پاس ریوالور نہیں تھا۔ اندھیرے میں فائر ہوتے رہے۔ اتنے میں حمید کو ایک تدبیر سوجھ گئی۔ وہ چھوٹی آسٹن کے پیچھے آکر اسے سڑک کی طرف دھکیلنے گا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ سڑک پر پہنچنے کے بعد اس کا رخ تیسری کار کی طرف کیسے موڑا جائے۔ وہ دراصل کار کو ڈھکیلتا ہوا تیسری کار کی طرف لے جانا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ کار کی اوٹ لئے ہوئے تیسری کار تک پہنچ جاتا جسکے پیچھے سے ایک نامعلوم آدمی فریدی پر گولیاں برسا رہا تھا۔

حمید کی یہ تدبیر ناکام رہی۔ کار کو موڑنے کے لئے اسے اس کی آڑ سے نکل کر اسٹیئرنگ تک جانا پڑتا۔ لیکن کار کی آڑ سے نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہ فائر کی آوازیں سنتا رہا۔

اس کے لئے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا کہ فریدی کہاں سے فائر کر رہا ہے۔

اچانک اس نے عورت والی کار کو بھاگتے دیکھا۔ وہ سڑک چھوڑ کر جھریالی کی چٹیل میدان میں دوڑ رہی تھی۔

"دیکھنا اسے۔" حمید نے فریدی کی آواز سنی اور وہ کسی قسم کے خطرے کی پرواہ کئے بغیر کار کی آڑ سے نکل آیا۔ پھر اس نے فائروں کے ساتھ ہی ساتھ یکے بعد دیگرے دو دھماکے سنے جو فائروں کی آواز سے مختلف تھے۔ شائد فریدی نے تیسری کار کے ٹائروں پر فائر کر کے انہیں بیکار کر دیا تھا۔

حمید نے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے اسے میدان میں اتار دیا۔ عورت والی کار کی عقبی سرخ روشنی بہت دور اندھیرے میں چمک رہی تھی۔

حمید کار کی رفتار تیز کرتا رہا۔ اسے نہ سمت کا احساس تھا اور نہ مقام کا۔ بس وہ کسی نہ کسی طرح اگلی کار تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔

عورت بھی شائد راستے سے ناواقف تھی اور ''جدھر سینگ سمائے بھاگو'' والے محاورے پر عمل کر رہی تھی۔

حمید نے اسے جلد ہی جالیا۔ دونوں کاروں کا فاصلہ مشکل سے دس گز رہ گیا تھا۔ اچانک اس نے عورت کی آواز سنی جو چیخ کر کہہ رہی تھی۔ ''میرا پیچھا چھوڑ دو۔ تمہیں کتنی رقم چاہئے۔''

''صرف دس ہزار۔'' حمید نے ہانک لگائی۔ ''کار روک کر معاملہ طے کر لو۔''

اگلی کار کی رفتار کم ہو گئی اور ساتھ ہی حمید نے بھی رفتار کم کر دی۔ دونوں کاریں ساتھ ہی رک گئیں۔

حمید چھلانگ مار کر نیچے آ گیا۔ عورت بھی کار سے اُتر آئی۔

''مگر تم.... تم کون ہو۔'' اس نے حمید سے پوچھا۔

''اس آدمی کا ساتھی جو تمہاری کار میں تھا۔''

''کیا سچ مچ وہ کوٹ اب تم لوگوں کے پاس ہے۔''

''ہاں.... ہاں بالکل۔'' حمید جلدی سے بولا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ فریدی نے اس پر اپنی اصلیت نہیں ظاہر کی۔

''اس کوٹ کی اہمیت سے واقف ہو۔'' عورت نے پوچھا۔

''حمید سوچنے لگا کہ عورت بہت چالاک معلوم ہوتی ہے۔''

''میرا ساتھی سب کچھ جانتا ہے۔'' حمید نے جواب دیا۔

''تم نہیں جانتے۔''

''میں تو صرف تمہیں جانتا ہوں۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''مجھے جانتے ہو۔'' عورت کے لہجے میں سراسیمگی تھی۔

''جب سے تمہیں دیکھا ہے سب کچھ بھول گیا ہوں اور اگر تمہارے لئے دو چار قتل بھی

کرنے پڑے تو باز نہ آؤں گا۔ بڑی مونچھوں والا بے وفا تھا۔ مجھے بھی آزما کر دیکھ لو۔"

"مجھے ایک ہمدرد کی ضرورت ہے۔" عورت گلوگیر آواز میں بولی۔

"فکر نہ کرو میں تمہارے لئے جان تک دے سکتا ہوں۔ ویسے میری شکل بھی دیکھ لو نہ میں صورت سے بدمعاش معلوم ہوتا ہوں اور نہ بدصورت ہوں۔" حمید نے ٹارچ کی روشنی اپنے چہرے پر ڈالی۔

"تم بہت اچھے ہو۔" عورت نے کہا۔ "میری مدد کرو گے۔"

"ارے تم کچھ کہہ کر بھی تو دیکھو۔ تمہیں مصیبت سے نکالنے کے لئے اپنے ساتھی کی گردن بھی اڑا سکتا ہوں۔"

"مجھے وہی سب کچھ چاہئے جو تمہارے ساتھی نے اس آدمی سے چھینا ہے۔"

"بہت مشکل ہے جان کی بازی لگانی پڑے گی۔ مگر خیر! اچھا تو ایک تدبیر ہے۔ خود کو ہم لوگوں کے حوالے کر دو۔ جو کچھ میرا ساتھی کہے اس سے انکار نہ کرو۔ مین وعدہ کرتا ہوں کہ دو دن کے اندر تمہارے مطالبات پورے کر دوں گا۔"

"میں تیار ہوں۔" عورت نے ایک طویل سانس لی۔

ویرانے میں جنگ

تھوڑی دیر بعد دونوں کاریں آگے پیچھے واپس ہو رہی تھیں۔ عورت کی کار آگے تھی حمید نے اس وقت چٹکی بجاتے ایک دشوار مسئلہ حل کر لیا تھا۔ وہ عورت کو بے بس کر کے قیدی کی حیثیت سے بھی لے جا سکتا تھا مگر اس صورت میں اسے ایک کار وہیں چھوڑ دینی پڑتی لیکن وہ اس پر تیار نہیں تھا۔

بہر حال اب وہ اپنی خوشی سے دوبارہ ان کے ہاتھ پڑ گئی تھی۔

وہ ٹھیک اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن اب یہاں سناٹا تھا۔ کار ضرور موجود تھی مگر اس کے آس پاس زندگی کے آثار نہیں تھے۔

حمید سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ اس نے ٹارچ روشن کر کے کار کا جائزہ لینا شروع کیا۔ پچھلے دونوں ٹائر پھٹ کر بیکار ہو چکے تھے اور حمید نے ایک خاص بات مارک کی۔ کار میں نمبر کی پلیٹ

نہیں تھی۔ اور ٹیل لائٹ کے نیچے دو ایسے ہک لگے ہوئے تھے جن میں وقتی طور پر نمبروں کی پلیٹ پھنسا کر اسے دوبارہ الگ کیا جاسکتا تھا۔

"کیا یہ اسی کی کار ہے جو تمہیں یہاں لایا تھا۔" حمید نے عورت سے پوچھا۔

"ہاں....!" عورت نے جواب دیا۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔ "تمہارا ساتھی کہاں گیا.... مگر میں نہیں سمجھ سکتی۔"

"کیا نہیں سمجھ سکتیں۔"

"تم لوگ صورت سے بُرے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"اوہ تو کیا رشید صورت سے بُرا آدمی معلوم ہوتا تھا۔" حمید آہستہ سے بولا۔

عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔

حمید سوچنے لگا کہ اب شہر کی طرف چل دینا چاہئے۔ پتہ نہیں فریدی کہاں ہو۔ اس لق و دق ویرانے میں کسی کو تلاش کر لینا آسان کام نہیں تھا۔

"آؤ چلیں شہر واپس چلیں۔" اس نے عورت سے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں کوئی چھپنے کی جگہ تلاش کرنا چاہئے۔" عورت بولی۔ "اور صبح تک وہیں ٹھہرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے ساتھی کی لاش قریب ہی پڑی ہوگی۔"

"کیوں....! یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔"

"ضیغم بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"ضیغم....!" حمید ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ فریدی نے ایک بار بحث کے دوران میں ضیغم کو بالکل ہی الگ کر دیا تھا اس نے ثابت کیا تھا کہ ضیغم کو اس حرکت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

"تم ضیغم کا نام سن کر سناٹے میں کیوں آگئے۔"

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ سرکس کا مسخرہ میرے ساتھی کو کس طرح مار سکتا ہے۔"

"وہ درندہ ہے۔"

"کون ضیغم....!" حمید نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ وہ ابھی کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ قریب سے اسے ہلکی سی آواز سنائی دی۔ وہ چونک کر مڑا اور ساتھ ہی اس کی ٹارچ کی روشنی دور تک پھیلتی

چلی گئی۔

فریدی اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ جلد ہی ان کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا ہوا....؟" حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔

"نکل گیا.... لیکن.... اوہ کیا تم اسے لے آئے۔"

"ہاں یہ اب سیدھی ہوگئی ہیں اور ہم بدمعاشوں کو اس بدمعاش پر فوقیت دیتی ہیں۔"

"چلو واپس چلیں۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میں صبح اس سے سمجھ لوں گا۔ وہ سمجھتا ہے شائد میں اس سے واقف نہیں ہوں۔"

پھر اس نے عورت کی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے اس سے کہا۔ "چلو بیٹھو۔"

عورت دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ پشت سے ان پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور ساتھ ہی ایک گرج دار آواز سنائی دی۔ "تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔"

"بہت اچھا میرے ننھے نالائق۔" فریدی ہنستا ہوا پلٹا۔

انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا لئے تھے۔

"عورت! تم میرے پاس آجاؤ۔" آنے والے نے کہا۔ "اور تم دونوں کار کے پاس سے ہٹ کر اس وقت تک چلتے رہو جب تک ٹارچ کی روشنی نظر آئے۔"

"بیکار جھنجھٹ کر رہے ہو۔" فریدی بولا۔ "بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں کو گولی مار دو اور اس کے بعد زندگی بھر پانی سے مکھن نکالتے رہنا۔"

"نہیں میں خواہ مخواہ خون نہیں بہانا چاہتا۔ لیکن اگر میرے کہنے پر عمل نہ کرو گے تو سچ مچ بے دریغ تم لوگوں کو گولی مار دوں گا۔"

"ہم مرنا ہی چاہتے ہیں دوست! تم فائر کرو۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "مگر حمید کو نہ جانے کیوں اس کی ہنسی بڑی خوفناک معلوم ہوئی۔"

اور پھر اچانک فریدی نے اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے میں جلتی ہوئی ٹارچ زمین پر تھی۔

حمید نے اپنی ٹارچ روشنی کرلی۔ فریدی ایک نقاب پوش سے گتھا ہوا تھا۔

دفعتاً حمید نے محسوس کیا کہ عورت پھر بھاگنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ حمید نے جھپٹ کر اس کا

ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم کہاں چلیں۔"

"مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔"

"نہیں یہ منظر ضرور دیکھو۔ ابھی تم اسے درندہ کہہ رہی تھیں۔"

نقاب پوش ایک بار پھر فریدی کی گرفت سے نکل گیا۔ لیکن بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حمید نے صرف فریدی کی ٹانگ چلتے دیکھی۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے نقاب پوش ہوا میں اڑ گیا ہو۔ وہ کئی فٹ اونچا اچھل کر دھم سے زمین پر آگرا۔ اس پر فریدی کی لات پڑی اور وہ سر پکڑ کر زمین پر تڑپنے لگا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"ضیغم کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔" حمید نے عورت سے کہا۔

وہ کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

نقاب پوش پھر اٹھا اور اس بار اس کا حملہ بڑا شدید تھا۔

فریدی ایک طرف ہٹ گیا اور وہ اپنے ہی زور میں عورت کی کار سے آٹکرایا۔ لیکن شائد اب اُس میں پلٹنے کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ وہ اٹھا اور کار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"اب! ضیغم کو بے نقاب کر دو۔" فریدی ہنستا ہوا بولا۔ "بیوقوف کہیں کا! اگر اس کے پاس کارتوس ہوتے تو یہ پہلے ہی کیوں بھاگتا۔"

لیکن اس جملے پر ایسا معلوم ہوا جیسے ضیغم سوتے سوتے یک بیک جاگ اٹھا ہو۔

اور پھر ایک بھوکے بھیڑیئے کی طرح فریدی پر ٹوٹ پڑا۔ ابھی تک شائد وہ یہی سمجھے ہوئے تھا کہ وہ پہچانا نہیں جا سکا۔

اس بار کی جدوجہد زندگی اور موت کی جدوجہد تھی۔ اس قسم کی جدوجہد ہمیشہ خطرناک ہوتی ہے جب ایک آدمی یہ سوچ لے کہ موت ہی میں اس کی بچت ہے خواہ وہ اس کی اپنی موت ہو یا اس کے حریف کی اور اس بار سچ مچ فریدی کو دانتوں پسینہ آگیا۔ لیکن وہ بھی اس نفسیاتی لمحے سے بے خبر نہیں تھا.... وہ جانتا تھا کہ اس وقت ذرا سی غفلت بھی اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلا سکتی ہے۔

یہ ضیغم نہیں تھا بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے سرکس کا کوئی شیر کٹہرا توڑ کر باہر نکل

آیا ہو جسے ایک ہفتے سے خوراک نہ ملی ہو۔

ایک بار تو اس نے فریدی کو گرا ہی لیا اور اس کی گردن پر مشاقی کے کمال کا مظاہرہ کرنے ہی والا تھا کہ فریدی کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اس کی ہنسلی کی ہڈیوں میں دھنس پڑیں.... اور دھنسی ہی چلی گئیں۔

پھر قبل اس کے کہ حمید اس کی مدد کے لئے پہنچتا ضیغم خود ہی نیچے آ گیا۔

فریدی کا داہنا ہاتھ اس کے چہرے پر تھا اور ضیغم کے حلق سے پھنسی پھنسی سی کراہیں نکل رہی تھیں۔ آخر کار وہ بالکل ہی خاموش اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

فریدی نے اس کے چہرے سے نقاب الگ کر دیا۔

ضیغم زمین پر چت پڑا تھا اور اس کی ناک سے خون نکل کر دونوں گالوں پر بہہ رہا تھا۔ عورت کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

ضیغم بے ہوش ہو گیا تھا۔ فریدی اور حمید نے اٹھا کر اسے کار میں ڈال دیا۔

جھریالی کے میدانوں کا سناٹا بڑا ہولناک معلوم ہو رہا تھا۔ پھر وہی لاامتناہی سکوت طاری ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

پچھلی سیٹ پر ضیغم بیہوش پڑا تھا اور اگلی سیٹ پر فریدی اسٹیئرنگ کر رہا تھا۔ عورت اس کے ساتھ تھی۔

شہر پہنچ کر فریدی نے بیہوش ضیغم کو کوتوالی میں چھوڑا اور عورت کو ساتھ لئے ہوئے گھر واپس آ گیا۔ حمید کو اس کے رویے پر حیرت ضرور ہوئی لیکن اس نے کچھ پوچھا نہیں۔ البتہ اب عورت کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

ظاہر ہے کہ اگر وہ بدمعاش ہوتے تو کوتوالی کا رخ کبھی نہ کرتے۔

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ عورت چپ چاپ بیٹھ گئی۔ اب وہ برسوں کی بیمار نظر آنے لگی تھی۔

"کیا ضیغم شروع ہی سے رشید کے ساتھ تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"آپ کون ہیں۔" عورت نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر.... مجھے فریدی کہتے ہیں۔"

عورت کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ ہمیشہ کے لئے گونگی ہو گئی ہو۔

"تم بولتی کیوں نہیں ہو۔" فریدی گرج کر بولا۔ "یہ نہ سمجھو کہ تمہاری خاموشی اس جرم پر پردہ ڈال دے گی اور تمہاری غلط بیانی بھی تمہیں نہ بچا سکے گی۔ اس وقت وہ تصویریں ضیغم کی جیب ہی میں تھیں جنہیں حاصل کرنے کے لئے اس نے رشید کا کوٹ چھینا تھا۔ رشید نے انہیں اپنے کوٹ کے استر میں چھپایا تھا۔"

عورت بُری طرح کانپنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا لیکن یہ شدت خوف کا نتیجہ تھا۔ وہ رو نہیں رہی تھی۔

"میں پوچھتا ہوں کیا بڑھیا کا گلا ضیغم ہی نے گھونٹا تھا۔"

"ہاں....!" عورت کے حلق سے ایسی آواز نکلی جیسے کوئی تیز چھری اس کا آدھا نرخرہ کاٹ چکی ہو۔

"تصویریں رشید نے لی تھیں۔"

اس بار عورت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"حمید اسے تھوڑی برانڈی دو۔" فریدی نے حمید سے کہا۔ عورت نے اس پر یہ نہیں کہا کہ وہ شراب نہیں پیتی۔ حمید چلا گیا.... فریدی خود کبھی نہیں پیتا تھا۔ لیکن مہمانوں کے لئے رکھتا ضرور تھا۔ جب تک برانڈی نہیں آگئی اس نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

عورت حمید کے ہاتھ سے گلاس لے کر اس طرح چڑھا گئی جیسے حقیقتاً اسے اس کی ضرورت رہی ہو۔ وہ تقریباً دس منٹ تک آنکھیں بند کئے آرام کرسی میں پڑی رہی۔ پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اب اس کے چہرے پر پھر وہی پہلے سے زندگی کے آثار نظر آنے لگے۔

وہ چند لمحے فریدی کو گھورتی رہی پھر اس نے کہا۔ "تصویریں آپ کے پاس ہیں تو ہوا کریں۔ میں ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں۔ آپ مجھ سے کسی بات کا اعتراف نہیں کرا سکتے۔"

"مجھے اعتراف کرانے کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلے میں وہ کون سا ایسا راز ہے جو مجھ پر ظاہر نہیں ہو چکا۔ میں تمہیں سب کچھ بتا سکتا ہوں۔ تمہارے اور رشید کے تعلقات قائم ہوئے تم

جذبات کی رو میں بہہ گئیں اور تمہیں آخیر وقت تک اس کی نیت پر شبہ نہیں ہوا۔ یہ حقیقت تم پر اس وقت کھلی جب وہ انتہائی بے حیائی سے تمہاری تصویریں لے رہا تھا اور اسی وقت تمہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ رشید کا ایک شریک کار بھی ہے۔ بڑھیا نے رشید کی بے حیائی پر احتجاج کیا تھا۔ اس پر ضیغم نے دوسرے کمرے سے نکل کر اس کا گلا گھونٹ دیا.... اور پھر اس وقت تمہیں ہوش آیا اس وقت یہ بات تمہاری سمجھ میں آئی کہ یہ دونوں تمہیں بلیک میل کرنے کے لئے مواد اکٹھا کر رہے ہیں۔ وہ تصویریں ساری زندگی تمہارے حواس پر مسلط رہتیں اور وہ تمہیں دونوں ہاتھوں سے لوٹتے رہتے۔ تم سے کافی لمبی لمبی رقمیں وصول کی جاتیں.... کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں.... اور کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ تم خاور کی بیوی ہو۔"

عورت کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ پھر آرام کرسی میں گر گئی۔

حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کبھی وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عورت کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی فریدی کی طرف۔

"خاور کی بیوی۔" حمید نے متعجبانہ انداز میں دہرایا۔

"جناب خاور کی بیوی۔ جو دو سال سے خاور سے الگ تھی۔ خاور کے ایک ملازم رشید نے اس پر ڈورے ڈالے اور اپنی چال میں کامیاب ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے خاور کو اس بات پر ابھارا ہو کہ اب اسے اپنی بیوی سے صلح کر لینی چاہئے۔ اس طرح یہ سونے کی چڑیا ہمیشہ اس کی مٹھی میں رہتی اور وہ وقت بے وقت ان تصویروں کی تشہیر کی دھمکی دے کر اس سے لمبی لمبی رقمیں وصول کرتا رہتا اس اسکیم میں غالباً ضیغم شروع ہی سے شریک رہا ہے لیکن بعد میں اس نے تصویریں رشید سے چھین لیں۔ وہ تنہا ہی اس سونے کی چڑیا کا مالک بننا چاہتا تھا۔ اور پھر ایک بات اور بھی تھی۔ خاور اور ضیغم ایک دوسرے کے دشمن بھی ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر خاور لاولد مر جائے تو اس کی دولت کا مالک ضیغم ہی ہو گا۔ لہٰذا یہ تصویریں وہ دوسرے مقصد کے لئے بھی استعمال کر سکتا ہے۔ فرض کرو خاور کبھی سچ مچ باپ بننے والا ہوتا تو یہ تصویریں اس تک پہنچا دی جاتیں۔ پھر اس کی بیوی کا جو کچھ بھی انجام ہوتا ظاہر ہے۔ لازمی امر ہے کہ خاور ایسی صورت میں اسے اپنا بچہ تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتا اور ضیغم بدستور اس کے ترکے کا امیدوار رہتا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں خاور کی قمیصیں کیوں استعمال کی گئی تھیں۔" حمید نے

کہا۔ ”اس کی اسکیم کے تحت تو مجرموں کا ہرگز یہ مقصد نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ بات پولیس پر ظاہر ہو جائے ورنہ پھر بلیک میلنگ کیسے ہو پاتی۔“

”ٹھیک ہے.... وہ سمجھے تھے کہ جرم اس کے خلاف ثابت نہیں ہو سکے گا۔ حمید صاحب یہ حرکت تو محض اس لئے کی گئی تھی کہ حالات میں شدت پیدا کی جاسکے۔ یعنی اس کیس کے سلسلے میں کسی نہ کسی طرح خاور کو بھی ملوث کرلیا جائے اور اس کا نام بھی پولیس ریکارڈ میں موجود رہے۔ اس طرح اس عورت پر مجرموں کی گرفت اور زیادہ مضبوط رہتی اور اس عورت کو خود بھی اس کا احساس رہتا کہ اس کی ذرا سی لغزش بھی اسے جہنم میں پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا وہ بے دریغ مجرموں کے مطالبات پورے کرتی رہتی۔“

”مگر پہلے تو آپ نے کہا تھا کہ ضیغم کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔“

”ٹھیک ہے اس وقت کیس کے متعلق نظریہ دوسرا تھا۔ اس وقت یہ عورت تاریکی میں تھی۔ اس کی شخصیت تو رشید کے کوٹ اور اس کی موت کے واقعات کے بعد سے ابھری ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اس کوٹ کی حیثیت ایسی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے حصول کے لئے قانونی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی۔ پھر ساتھ ہی مجھے بڑھیا کا ہذیان یاد آیا۔ وہ یہی بکتی رہی تھی۔ ”بے شرم کیمرہ ہٹاؤ.... یہاں سے جاؤ۔“ اب میں نے کیس پر دوسرے ہی پہلو سے غور کرنا شروع کر دیا۔ ایسے موقع پر تصویریں لینے کا مقصد بلیک میلنگ کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا اور بلیک میل مفلسوں یا غیر اہم ہستیوں کو نہیں کیا جاسکتا۔ معاً میرا خیال خاور کی بیوی کی طرف گیا جو دو سال سے اپنے شوہر سے نہیں ملی تھی۔ میں نے سعید آباد میں تفتیش کرائی اور مجھے یہ رپورٹ ملی کہ عورت تین ماہ سے وہاں نہیں ہے۔ پھر میں نے اس کی تصویر حاصل کی اور یہیں شہر ہی میں اسکی تلاش شروع کر دی۔ تم جانتے ہو کہ میری بلیک فورس کے آدمی اس کام میں کتنے پھرتیلے ہیں۔“

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”اس سازش میں دو زبردست کمزوریاں تھیں جن کی بناء پر مجرم پکڑے گئے ورنہ ان تک پہنچنا بہت دشوار ہوتا۔ پہلی بات تو یہ کہ خاور کی قمیض اور انگشتری استعمال کرنا سب سے بڑی حماقت تھی دوسری خامی یہ کہ بڑھیا کو سسکنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اگر اس کے ہذیان کا علم مجھے نہ ہوتا تو تصویروں تک ذہن کی رسائی ممکن نہ ہوتی۔ ہاں ایک خامی اور.... رشید کو چاہئے تھا کہ راجر اسٹریٹ میں زچگی کے لئے مکان حاصل کرنے سے قبل ہی اپنی

مونچھیں صاف کرادیتا۔ اس طرح اس کے حلیے کا طرہ امتیاز ختم ہو جاتا اور لوگوں کو حلیہ بیان کرنے میں دشواری ہوتی۔ اپنے یہاں بھوری مونچھیں شاذونادر ہی دکھائی دیتی ہیں۔"

خاموشی کا ایک طویل وقفہ.... عورت دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپائے آرام کرسی میں پڑی ہانپ رہی تھی۔

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"جگدیش کو کچھ دیر قبل فون کر چکا ہوں۔ وہ آہی رہا ہوگا۔"

"اوہ.... کیا اس بیچاری کی بچت کسی طرح ممکن نہیں ہے۔" حمید بولا۔

"بچت! کیا بک رہے ہو۔ میں سوسائٹی کے جسم پر ایسے زہریلے ناسوروں کا وجود نہیں برداشت کر سکتا۔ اگر اسے خاور سے کوئی شکایت تھی تو کیا عدالت کے دروازے بند تھے۔ علیحدگی ہو سکتی تھی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ کمرے کی فضا بوجھل سی معلوم ہونے لگی تھی۔

ختم شد